کچھ اہم و مفید مطبوعات

از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

- کاروان زندگی حصہ اول (نیا ایڈیشن) 100/-
- کاروان زندگی حصہ دوم (نیا ایڈیشن) 90/-
- کاروان زندگی حصہ سوم 80/-
- کاروان زندگی حصہ چہارم 90/-
- کاروان زندگی حصہ پنجم 80/-
- کاروان زندگی حصہ ششم (نیا ایڈیشن) 90/-
- کاروان زندگی حصہ ہفتم 80/-
- مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی (نیا ایڈیشن) 40/-
- حج کے چند مشاہدات 6/-
- خواتین اور دین کی خدمت 25/-
- کاروان ایمان وعزیمت (نیا ایڈیشن) 35/-
- دعائیں 10/-
- سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ (نیا ایڈیشن) 90/-
- سوانح حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ (نیا ایڈیشن) 90/-
- نبی رحمتؐ (نیا ایڈیشن) 200/-
- سیرت سید احمد شہیدؒ (دوجلدیں) 200/-
- تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں) 355/-
- انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر 70/-
- اپنے گھر سے بیت اللہ تک 25/-
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ سوم 15/-
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ چہارم 12/-
- ہمارے حضورؐ (اردو) 15/- ہمارے حضورؐ (ہندی) 20/-
- دین وشریعت 70/-
- ایرانی انقلاب امام خمینی اور شیعیت 70/-
- قادیانی مسلمان نہیں 25/-
- آپ حج کیسے کریں؟ (نیا ایڈیشن) 40/-
- آپ حج کیسے کریں؟ (ہندی) (نیا ایڈیشن) 45/-
- درس قرآن 200/-
- اسلام کیا ہے؟ (اردو) 30/-
- اسلام کیا ہے؟ (ہندی) 35/-

از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ

- زادسفر دوجلدیں (نیا ایڈیشن) 150/-
- باب کرم (نیا ایڈیشن) 12/-
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ اول 15/-
- بچوں کی قصص الانبیاء حصہ دوم 14/-
- موج تسنیم (اردو) زیر طبع
- مناجات ہاتف 10/-
- دیار حبیبؐ 5/-

از مخدومہ خیر النساء بہترؒ

- حسن معاشرت (نیا ایڈیشن) 15/-
- کلید باب رحمت 6/-
- ذائقہ (نیا ایڈیشن) 15/-
- ذکر خیر 〃 15/-

از: حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ

- لبیک اللّٰھم لبیک 30/-
- سوانح حضرت مولانا خلیل سہارنپوریؒ 50/-
- سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ 150/-
- زبان کی نیکیاں 15/-
- گلدستہ حمد وسلام 6/-
- کلام ثانیؒ زیر طبع

از: مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

- دو مہینے امریکا میں 90/-
- جزیرۃ العرب 70/-
- حج ومقامات حج 35/-
- امت مسلمہ 70/-
- سماج کی تعلیم وتربیت 45/-

از: حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ

- معارف الحدیث (مکمل آٹھ جلدیں) 870/-

دیگر مصنفین کرام کی تصانیف

- تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ 45/-
- مکتوبات مفکر اسلامؒ (اول) 80/-
- مکتوبات مفکر اسلامؒ (دوم) 120/-
(مولانا سید محمد حمزہ حسنی صاحب)
- تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہ 35/-
- سیرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ 30/-
(مولانا محمد الحسنیؒ)
- بشریت انبیاء (نیا ایڈیشن) 40/-
- ذکر رسولؐ 〃 55/-
- مولانا محمد علی جوہر 〃 175/-
(مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)
- کتاب النحو (حافظ عبدالرحمٰن امرتسریؒ) 18/-
- کتاب الصرف 〃 20/-
- بریلوی فتنہ کا نیا روپ (مولانا عارف سنبھلی) 40/-
- تاریخ میلاد (حکیم الشکور) 30/-
- مقالات سیرت (ڈاکٹر قدوائی) 30/-
- سیرت صدیقؓ (حبیب الرحمٰن شروانی) 25/-

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸ ۔

فون نمبر دفتر: 2270406
فون نمبر رہائش: 2229174

Are you planning to sell your car ?

...which has served you faithfully for years would obviously mean a lot to you.

Now you can be rest assured, when it comes to selling your old car, Classic Automotives, always have the best offer for you.

We believe in true and realistic value for your used car which also spells 'Clean Deal'.

Our other usual features are:

- **Spot Settlement**
  - You don't have to wait for your money.
- **Evaluation at your doorstep**
  -You don't have to move around wasting time in traffic jams.
- **Risk free selling**
  Your vehicle will not be sold without transfer of ownership.
- **No commission** • **No Brokerage** • **No Hidden Costs**

With all these lucrative benefits we wouldn't be expecting you to sell your car to any of your relatives, friends or mechanics!

Simply because, we are committed to this business and always give you the best deal with peace of mind.

Call **98451 00668**

classic automotives
Gear up for the journey of life.

Classic Automotives Bangalore Pvt. Ltd.

Indiranagar: #324, CMH Road, Bangalore 38. ☎ : 32966155 ▯ 9845600668
Mekri Circle: #40, C. V. Raman Avenue, Bangalore 80. ☎ : 32966433 ▯ 9945187878
HSR Layout: #9, BDA Complex, Sector VI, Bangalore 02. ☎ : 32966133 ▯ 9845226464
Jayanagar: #574, 11th Main, 5th Block, Bangalore 41. ☎ : 32966144 ▯ 9980582424
Yelahanka: #2, MIG, 1st Main, New Town, Bangalore 64. ☎ : 32966166 ▯ 9845700668
Whitefield: #132, Whitefield Main Road, Bangalore 66. ☎ : 32966422 ▯ 9845229292

www.classicautomotives.net

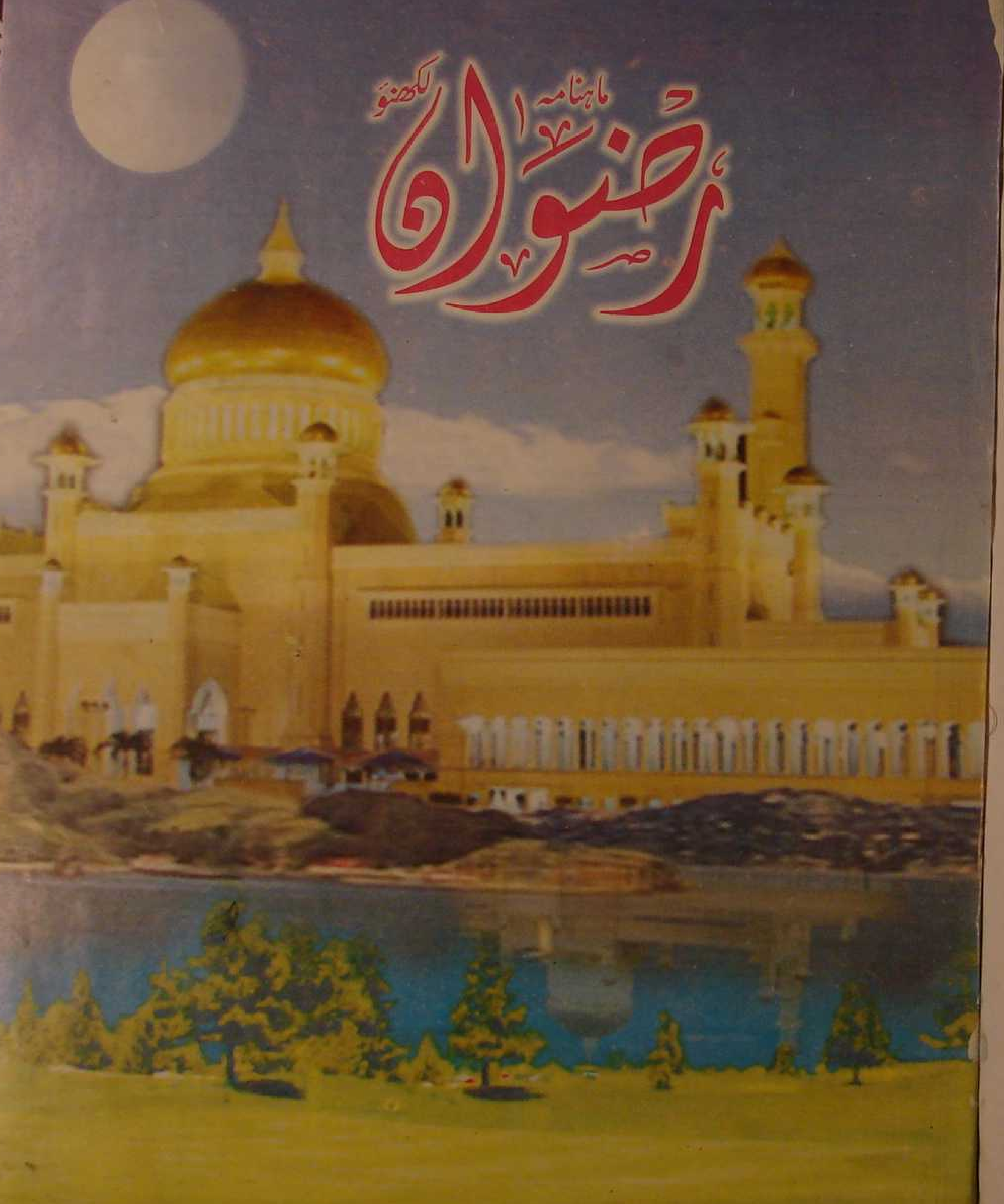
ماہنامہ
رضوان
لکھنؤ

بیادگار حضرت مولانا محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

10/55
178883
جرائد

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

شمارہ ۱	جنوری ۲۰۰۹ء	جلد ۵۳

ایڈیٹر
محمد حمزہ حسنی

معاونین
• میمونہ حسنی • عائشہ حسنی
• جعفر مسعود حسنی • محمود حسن حسنی

سالانہ چندہ
برائے ہندوستان : ۱۰۰ روپے
غیر ملکی ہوائی ڈاک : ۲۵ امریکی ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

ماہنامہ رضوان ۲/۵۴/۱۷۲، محمد علی لین، گوئن روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶۰۱۸
Phone : 91 - 0522 - 2620406

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کیلئے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ : ناشر کمپیوٹر لکھنؤ۔ فون : 0522 - 9336932231

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی مقبول و معروف کتابیں

سوانح حیات ...... کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مؤرخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث اور تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مؤرخانہ و حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودھویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا ہے۔

• ایک تاریخی دستاویز • ادبی مرقع • دعوت فکر و عمل

فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ

قیمت حصہ اول	(اردو ایڈیشن)	100/-
قیمت حصہ دوم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ سوم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ چہارم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ پنجم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت حصہ ششم	(اردو ایڈیشن)	90/-
قیمت حصہ ہفتم	(اردو ایڈیشن)	80/-
قیمت مکمل سیٹ	(کاروان زندگی)	610/-

کاروان ایمان و عزیمت
قافلہ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔
خوبصورت کتابت و طباعت
قیمت 35/-

حج کے چند مشاہدات
اس کتاب میں مولاناؒ نے حج کے بارے میں جس طرح اپنے تاثرات و مشاہدات کا اظہار کیا ہے وہ اپنے انداز کا مؤثر اظہار ہے۔
قیمت 6/-

خواتین اور دین کی خدمت
خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی وسماجی فرائض کیا ہیں، وہ کس طرح دین کی خدمت کرسکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔
قیمت 25/-

ذکرِ خیر
حضرت مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے حالات زندگی، خود حضرت مولاناؒ کے قلم سے۔ قیمت 15/-

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ
عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تاثرات اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔ قیمت مجلد 90/-

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے .... مدیر ۳
- حدیث کی روشنی میں .... امۃ اللہ تسنیم ۴
- حضرت اسماء بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا ۶
- حضرت مولانا محمد شاہ یعقوب مجددیؒ اوران .... مولانا قمرالزماں ندوی ۸
- نوبت ایں جارسید .... مولانا عبدالرحیم ندوی ۱۳
- نکاح انسانی زندگی کیلئے ناگزیر ہے .... مولانا اسرارالحق قاسمی ۱۶
- قرآن کریم کا اعجاز .... سعدیہ باوزیر بنت عبدالرحمٰن باوزیر ۱۹
- معاشرتی بگاڑ کا حل تعلیمات رسولؐ کی روشنی میں .... مولانا ذاکر خلیل قاسمی ۲۲
- عورتوں پر ظلم نہ کیجئے .... مفتی ابوانس قاسمی ۲۵
- لمحے کو زندگی کیلئے کم نہ جانئے ۲۸
- جواب .... مفتی راشد حسین ندوی ۳۰
- .... مولانا محمد رفیع الدین ملکنڈوی ۳۱
- ۳۴-۳۹

اپنی بہنوں سے

مدیر

محرم الحرام، اسلامی سنہ کا اولین مہینہ ہے اور یہ مہینہ بہت بابرکت ہے۔

اس مہینہ میں بہت سے اہم واقعات پیش آئے، جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات ملی تھی، اور اس کی نو اور دس یا دس اور گیارہ تاریخ کو روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت ہے۔

عام طور پر مسلمان اس مبارک مہینہ کی برکتوں سے واقف نہیں ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس ماہ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی المناک شہادت کا واقعہ پیش آیا تھا اور اس شہادت میں کوفہ کے رہنے والے ایسے اشخاص کا ہاتھ تھا جو اپنے کو شیعان حسین کہتے تھے اور دل سے یزید کے ساتھ تھے۔

کربلا کے واقعات بلاشبہ بہت المناک تھے اور جگر گوشۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کو جو محبت و عقیدت ہے اس کی وجہ سے یہ دن مسلمان بھول نہیں سکتے۔ لیکن جس طرح محرم الحرام کو اس اندوہناک واقعہ سے وابستہ کردیا گیا کہ اس کے تمام فضائل اور برکات چھپ گئے اور مسلمان اس سے غافل ہو گئے۔ اور محرم الحرام کو بجائے متبرک مہینہ سمجھنے کے غم والم اور ماتم کا مہینہ بنا دیا گیا۔ اگر اسلام میں شہادت غم و الم اور ماتم کا سبب ہوتی تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بھی ایسا ہی غم منایا جاتا۔

یہ بات اچھے طرح سمجھ لینا چاہئے کہ غم کی یادگار منانا اور رنج والم کو یاد کر کے ہر سال رونا سخت گناہ ہے اور خاص طور پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی یاد میں تعزیہ داری کرنا، جلوس نکالنا، ماتم کرنا دراصل دین کا تمسخر اڑانا ہے اور شریعت سے روگردانی ہے اور یہ سب گناہ کی باتیں ہیں۔ بجائے اس کے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چل کر اسلام کی خدمت کریں، دین کے لئے قربانی دیں اپنے مال و جان کو اللہ کے راستہ میں صرف کریں، صرف رو دھو کر وقت گذارنا، دکھاوے کے آنسو بہانا، ماتم کرنا اپنی عادت بنالی ہے۔

ایسے لوگوں کو اللہ کے حضور توبہ کرنا چاہئے، اور دین کے صحیح اور سچے راستہ پر چل کر اپنی زندگی گذارنا چاہئے۔

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

صداقت وراستی

دنیاوی مصیبتیں مسلمان کو گناہوں سے پاک وصاف کردیتی ہیں

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مومن مرد اور مومنہ عورتوں پر ان کی جانوں، مالوں اور اولاد میں برابر آزمائشیں آتی رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملیں گے کہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہوچکے ہوں گے۔

(ترمذی)

جاہلوں سے درگزر کرنا اور قرآن کی تعمیل کی ایک مثال

حضرت عبداللہؓ بن عباس سے روایت ہے کہ عیینہؓ بن حصین آئے اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے یہاں اترے۔ حضرت حر ان لوگوں میں تھے جو حضرت عمرؓ کے نزدیک رہتے تھے حضرت عمرؓ کے مقرب ہم نشین عالم ہوا کرتے تھے خواہ ادھیڑ عمر کے ہوں یا جوان۔ عیینہ نے کہا اے میرے بھتیجے امیر کے یہاں تیری عزت ہے سو میرے لئے اجازت طلب کر۔ انہوں نے اجازت چاہی، حضرت عمرؓ نے ان کو اجازت دے دی۔ جب وہ آئے کہا: اے ابن خطاب تم ہم کو زیادہ نہیں دیتے ہو اور ہمارے ساتھ انصاف کے ساتھ فیصلہ نہیں کرتے ہو۔ حضرت عمرؓ غصہ ہوئے، قریب تھا کہ ان پر ہاتھ اٹھائیں۔ حضرت حر نے کہا یا امیر المومنین، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا۔ **خذ العفو وأمر بالمعروف واعرض عن الجاهلين۔** معافی اختیار کرو، نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔ بیشک یہ جاہل ہیں۔ خدا کی قسم حضرت عمرؓ یہ آیت سن کر بال برابر بھی آگے نہیں بڑھے۔

خودغرضی اور بے انصافی پر صبر

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عنقریب میرے بعد خود غرضی اور بے انصافی دیکھنے میں آئے گی اور ایسے امور جن کو تم ناپسند کروگے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ پھر آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں آپ نے فرمایا جس کا تم پر حق ہو ادا کرنا اور تم اپنے حق کے ملنے کی دعا کرتے رہنا۔

حضرت اسید بن حضیرؓ سے روایت ہے کہ ایک انصاری نے کہا یا رسول اللہؐ آپ ہم کو کوئی عہدہ کیوں نہیں عطا فرماتے جیسے فلاں کو عطا فرمایا۔ آپ نے فرمایا تم عنقریب میرے بعد خود غرضی اور بے انصافی دیکھوگے۔ پس صبر کرنا۔ یہاں تک مجھ سے حوض کوثر پر ملو۔ (بخاری۔ مسلم)

دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو مقابلہ ہو تو صبر سے کام لو

حضرت عبداللہؓ بن اوفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن دوپہر ڈھلے تک دشمنوں سے مقابلہ کا انتظار کیا۔ پھر فرمایا اے لوگوں دشمنوں سے ملنے کی آرزو نہ کرنا اور عافیت مانگنا۔ اگر ان کا سامنا ہوجائے تو پھر صبر اور ثابت قدمی سے کام لینا اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے۔ پھر فرمایا **اللهم منزل الكتاب ومجرى السحاب وهازم الاحزاب اهزمهم وانصرنا عليهم** (ترجمہ) اے اللہ کتاب کے اتارنے والے اور بادلوں کے دوڑانے والے اور لشکروں کو ہزیمت دینے والے ان کو ہزیمت دے۔ اور ان پر ہماری مدد فرما۔

راستی نیکی کی رہبر ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سچ نیکی کی طرف ہدایت کرتا ہے اور نیکی جنت کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ آدمی سچ بولتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس سچوں میں لکھتا ہے اور جھوٹ گناہوں پر آمادہ کرتا ہے اور گناہ دوزخ کی طرف لے جاتے ہیں۔ آدمی جھوٹ بولتا ہے۔ یہاں تک، کہ اللہ تعالیٰ اس کو جھوٹوں اور لاغیوں میں لکھ لیتا ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

سچ اطمینان ہے

حضرت حسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا یاد ہے کہ چھوڑ دو جو تم کو شک میں ڈالے اور اس چیز کو اختیار کرو جس سے تمہارے دل میں کھٹک نہ پیدا ہو۔ پس بیشک سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے۔

(ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم

حضرت ابوسفیانؓ سے روایت ہے کہ وہ اپنی لمبی حدیث میں ہرقل کے قصے میں بیان کرتے ہیں کہ ہرقل نے کہا تم کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں۔ (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ابوسفیانؓ کہتے ہیں۔ میں نے کہا ہم کو حکم دیتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور جو تمہارے باپ دادا کہتے ہیں اس کو چھوڑ دو اور ہم کو نماز اور سچائی، صلہ رحمی، صدقہ اور پاکدامنی کا حکم دیتے ہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

سچے دل سے دعا مقبول ہوتی ہے

حضرت سہیل بن حنیفؓ سے روایت ہے (وہ بدری تھے) کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سچائی کے ساتھ سوال کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو شہیدوں کے مرتبہ کو پہنچائے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر مرے۔ (مسلم)

تھوڑا سا جھوٹ سارے سچ کو غیر مقبول بنا دیتا ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نبی نے ایک غزوہ کیا۔ ان پر اللہ کے درود اور سلامتی ہو۔ انہوں نے کہا میرے ساتھ ایسا آدمی نہ ہو کہ جس نے شادی کی ہو، اور ایسا نہ ہو کہ جس نے گھر بنایا ہو اور اس کی چھتوں کو ابھی نہ اٹھایا ہو۔ اور نہ ایسا آدمی کہ جس نے بکریاں یا اونٹنیاں خریدی ہوں اور ان کے بچوں کا انتظار ہو۔ پھر انہوں نے کوچ کیا، عصر کے وقت یا اس سے پہلے ایک بستی کے قریب ہوئے۔ سورج سے کہا کہ تو بھی اپنے کام پر مامور ہے اور ہم بھی مامور ہیں۔ پھر کہا اے اللہ اس کو ٹھہرا دے پس وہ ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کو فتح دی۔ انہوں نے غنیمت جمع کی۔ آگ آئی کہ اس کو کھائے اور نہ کھایا۔ انہوں نے کہا کہ تم میں چور ہے، ہر قبیلہ کا آدمی ہم سے بیعت کرے، جب بیعت کی تو ایک آدمی کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر چپک گیا۔ پھر کہا تم میں چور ہے، تمہارا قبیلہ مجھ سے بیعت کرے تو دو یا تین کے ہاتھ ان کے ہاتھ پر چپک گئے، پھر کہا تم میں چور ہے تو ایک سونے کا سر گائے کے سر کی طرح لائے اور اس کو رکھا۔ پھر آگ آئی اور اس کو کھالیا اور غنیمت ہم سے پہلے کسی کو جائز نہ تھی۔ اللہ نے جب ہماری کمزوری اور ضعف کو دیکھا تو ہمارے لئے جائز کردیا۔

(بخاری۔ مسلم)

جھوٹ سے تجارت کی برکت جاتی رہتی ہے

حضرت ابوخالد بن حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خرید وفروخت کرنے والوں کو اختیار ہے جب تک الگ نہ ہوں۔ اگر وہ سچ بولیں تو ان کی سوداگری میں برکت دی جائے گی اور اگر جھوٹ بولیں تو ان کی سوداگری کی برکت مٹا دی جائے گی۔

حضرت اسماء بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا

صحابیات رضوان اللہ علیہم میں کئی قسم کی خواتین تھیں، وہ بھی تھیں جنہوں نے تبلیغ اسلام کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا، وہ بھی تھیں جن کا زیادہ تر وقت سرکار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں گزرتا تھا، وہ بھی تھیں جو اکثر ان جنگوں میں شرکت کرتی تھیں جو مسلمانوں اور کافروں کے درمیان لڑی جاتی تھیں۔ صحابیات کی مقدس جماعت میں ایسی خواتین بھی تھیں جو اس زمانے کے انداز اور اپنے مالی حالات کے مطابق تجارت سے دلچسپی رکھتی تھیں۔ ان تمام خواتین کا مطمح نظر تو خدمت اسلام تھا اور یہی ان کا اوڑھنا اور بچھونا تھا مگر طریق کار اور نہج عمل مختلف تھے۔ جو خواتین تجارت کرتی تھیں ان کا بھی زیادہ وقت اسلام کی نشر و اشاعت میں صرف ہوتا تھا، مگر ان کا اسلوب یہ تھا کہ تجارت کے ساتھ ساتھ اس بنیادی فرض کی انجام دہی کے لیے بھی کوشاں رہتیں۔

حضرت اسماء بنت مخرمہ بن جندل رضی اللہ عنہا کا شمار تجارت پیشہ صحابیات میں ہوتا ہے۔ یہ مدینہ منورہ سے باہر کی رہنے والی تھیں اور قبول اسلام سے قبل بھی تجارت کرتی تھیں۔ ابتداء ہی سے دیانت دار اور امین خاتون تھیں، نہ کسی کو دھوکا دیتی تھیں اور نہ کسی سے غلط بیانی کرتی تھیں۔ بلند کردار اور اونچے ذہن کی مالک تھیں۔ دیانت اور امانت کے باب میں ان کی بڑی شہرت تھی۔

تجارت کی غرض سے کہیں باہر گئی تھیں کہ اسلام کی آواز ان کے کانوں میں پڑی ۔ مدینہ منورہ کی ایک نواحی بستی کے ایک مکان میں اپنے کاروبار کی غرض سے گئی تھیں کہ چند مرد اور عورتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق مصروف گفتگو پایا۔ ان سے قرآن مجید کی چند آیات بھی سنیں، جن سے ان کے قلب پر انتہائی گہرا اثر پڑا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مزید معلومات حاصل کر کے اسی وقت مدینہ کی راہ لی اور آپ کی خدمت میں جا حاضر ہوئیں۔ بڑی ذی فہم اور سمجھ دار خاتون تھیں۔ مردم شناس بھی تھیں۔ اور دوسرے کی بات اور نقطۂ نظر کو سمجھنے میں نہایت تیز بھی...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر نظر ڈالی اور چند باتیں کیں. فوراً کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئیں۔ آپ سے باقاعدہ بیعت اسلام کی اور مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی۔

حضرت اسماء بنت مخرمہ بن جندل رضی اللہ عنہا عطر کی تجارت کرتی تھیں اور ان کا کاروبار بڑا وسیع تھا۔ اس زمانے میں یمن عطر کی تجارت کا مشہور مرکز تھا اور وہاں بہت اچھے عطر تیار ہوتے تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا براہ راست یمن سے عطر لاتی تھیں اور مدینہ میں آ کر فروخت کرتی تھیں۔ مدینہ اور اس کے قرب جوار میں ان کا مال بڑی وسعت سے فروخت ہوتا تھا اور لوگ اس کو بہت پسند کرتے تھے، کیونکہ یہ کاروباری اعتبار سے دیانت دار تھیں اور خالص مال فروخت کرتی تھیں۔ اگر انہیں اپنے مال میں کسی نوع کا شبہ پڑ جاتا تو اس کی فروخت روک دیتیں اور نیا مال منگوانے کا انتظام کرتیں۔ ان کی اس کاروباری دیانت نے ان کی شہرت میں بہت اضافہ کیا اور ان کا شمار اونچے طبقے کے تاجروں میں ہونے لگا۔

ان میں ایک خوبی یہ تھی کہ نادار اور غریب لوگوں کا بہت خیال رکھتی تھیں بیوہ عورتوں اور یتامیٰ کا بھی ان کے مال سے خاص حصہ مقرر تھا۔ خود ان کے گھروں میں جاتیں اور روپے پیسے سے ان کی مدد کرتیں۔ علاوہ ازیں مجاہدین کے لیے بھی چندہ دیتیں۔ نہایت فیاضی اور سخی خاتون تھیں۔

عبادت اور ذکر الٰہی میں بھی پیش پیش رہتیں۔ قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کرتیں۔ تہجد اور نوافل پابندی سے پڑھتیں۔ ضرورت سے زائد بات کبھی نہ کرتیں۔ عورتوں پر ان کی عبادت اور نیکی کا بہت اثر تھا۔ اکثر عورتیں ان سے مسائل دریافت کرتیں اور وہ دینی معاملات میں ان کی صحیح صحیح رہنمائی کے فرائض انجام دیتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بالخصوص مدینہ کی خواتین ان کی خدمت میں حاضر ہوتیں۔ یہ انہیں مسائل سے بھی مطلع فرماتیں، گھریلو معاملات میں بھی عورتیں ان سے رہنمائی کی طالب ہوتیں اور یہ ان کو صائب مشوروں سے نوازتیں۔

ان کی دیانت و امانت کی اس درجہ شہرت تھی کہ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم عورتیں بھی اپنی امانتیں ان کے ہاں رکھ جاتی تھیں اور پھر کئی کئی مہینوں یا سال کے بعد بالکل اسی حالت میں لے جاتیں۔

حضرت اسماء بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا نہ کسی کے ساتھ جھگڑتیں، نہ تلخ کلامی کرتیں اور نہ کسی دوسرے کی اس حرکت کو پسند کرتی تھیں گلی محلے کے چھوٹے چھوٹے بچوں کے باہمی جھگڑوں سے بھی گھبراتی تھیں۔ اگر عورتیں کسی معاملے میں جھگڑ پڑتیں تو ان کے گھر جاتیں اور ان کی مصالحت کراتیں۔ پھر ان کے سامنے لڑائی جھگڑے اور باہمی آویزش کی مضرتیں بیان کرتیں۔ ان سے نہایت لجاجت سے کہتیں کہ آپس میں محبت اور پیار سے رہا کریں۔ معمولی سا جھگڑا بھی بہت بڑے جھگڑے کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔ بڑی نرم طبیعت اور دھیمے مزاج کی خاتون تھیں۔ اپنے سے بڑی عمر کی عورتوں اور مردوں کی بہت عزت کرتیں اور چھوٹوں سے شفقت و مہربانی سے پیش آتیں۔

ان کی وفات کی تاریخ کا تو علم نہیں ہو سکا البتہ طبقات ابن سعد وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک زندہ رہیں بلکہ روایت میں تو بتایا گیا ہے کہ خلافت فاروقی کے بعد فوت ہوئیں۔

☆☆

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی انتہائی کم (فی شمارہ صرف دس روپے اور سالانہ خریداری ۱۰۰ روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم "ادارہ رضوان" کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ تا کہ یاد دہانی ہو سکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تا کہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ "رضوان" خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرما دیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی و کاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور "رضوان" کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کے لئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

مولانا قمر الزماں ندوی
استاذ مدرسہ نور الاسلام کنڈہ پرتاب گڑھ

حضرت مولانا محمد شاہ یعقوب مجددیؒ اور ان کے ملفوظات

ہندوستان میں اسلامی حکومت کے زوال اور خاتمہ کے بعد جب ہندوستان کے مختلف حصوں میں انگریزی سلطنت کے زیر سایہ مسلم ریاستیں وجود میں آئیں تو ان ریاستوں میں مسلمان شرفاء اور اہل علم وکمال بڑی تعداد میں جمع ہوگئے اس وقت مجددی خاندان اور سلسلہ کے مشائخ نے انہیں ریاستوں کو اپنی دینی توجہ کو مرکز بنایا ان ریاستوں میں خانقاہیں تعمیر کیں اور تربیت وتعلیم اصلاح اور شریعت وہدایت کا کام شروع کیا ریاست بھوپال میں مجددی سلسلہ کا آغاز حضرت شاہ رؤف احمد مجددی کے قدوم میمنت سے ۱۲۳۳ھ میں ہوا جو حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے ارشد خلفاء میں سے تھے جو نسبا ونسبتا از اول تا آخر مجددی تھے مولانا شاہ محمد یعقوب مجددی صاحبؒ نے ہی والد بزرگ وار حضرت شاہ پیر ابواحمد صاحب مجددیؒ کی وفات کے بعد اسی شمع کو روشن رکھا۔ اور دور دور سے علم و تقویٰ کے پروانے اس شمع پر آ کر گرے۔

ولادت اور تعلیم وتربیت

مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی کی ولادت ۲۱شوال ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۶رجولائی ۱۸۸۹ء میں بھوپال میں ہوئی چار سال کی عمر میں والدہ صاحبہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا بڑی ہمشیرہ نے ماں کی قائم مقامی کی۔ لیکن ابھی آپ کی عمر بارہ ہی سال کی تھی کہ ان کا سایہ عاطفت بھی سر سے اٹھ گیا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد بھوپال ہی میں قرآن شریف حفظ کرنے میں معروف ہوگئے۔ ابھی قرآن مجید کے ستائیس پارے حفظ کئے تھے کہ ۱۳۲۲ھ میں حیدرآباد چلے گئے۔ حیدرآباد میں خاطر خواہ تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے یہ شوق دامن گیر ہوا کہ حیدرآباد سے حرمین شریفین جانے کی کوئی راہ نکل آئے جہاں ان کے منجھلے بھائی مولوی اسمٰعیل صاحب ہجرت کر گئے تھے۔ اور جن سے آپ کو بہت محبت تھی۔ الغرض بڑی صعوبتوں اور پریشانیوں کے ساتھ ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں حجاز پہنچے کچھ عرصہ مکہ میں قیام کیا یہ وہ زمانہ تھا جب حجاز میں دبدامنی کا دور دورہ تھا۔ عام طور پر قافلے لوٹ لیے جاتے تھے مکہ معظمہ سے پھر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور اپنے ایک عزیز کے یہاں قیام کیا مدینہ پہنچ کر وہیں پیوند خاک ہو جانے کی آرزو دامن گیر ہوئی اور کسی طرح طبیعت اس سرزمین کو چھوڑنے پر آمادہ نہ تھی لیکن بعض حالات وواقعات کی بنا پر وہاں سے لوٹنا پڑا اور مکہ معظمہ میں کچھ عرصہ قیام کر کے ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں حیدرآباد واپس ہوئے حیدرآباد میں سترہ برس قیام رہا اس کے علاوہ تین سال جالنہ میں مولوی نور احمد صاحب ملتانی کے پاس قیام کیا وہاں سے واپس آ کر ملک پیٹھ (حیدرآباد) میں ذی استعداد عالم وفاضل اور متقی مولانا عبدالعزیز کی صحبت سے فیض اٹھایا پھر شاہ محی الدین قادری کے یہاں پانچ سال رہ کر سلوک ومعرفت کی منزلیں طے کیں اس دوران میں گلبرگہ میں حضرت سید گیسو درازؒ کی درگاہ میں دوسال قیام کیا حیدرآباد کے قیام کا زمانہ بڑے مجاہدہ اور جفاکشی کا زمانہ تھا خود فرمایا کرتے تھے اس سترہ سال کی مدت میں زیادہ تر جوار کی روٹی پر گزری عید کے موقع پر اس ڈر سے کہ احباب نیا جوڑا پہننے پر اصرار نہ کریں جنگل میں نکل جاتے تھے۔ (مقدمہ صحبتے با اہل دل)

تعلیمی مشاغل

حیدرآباد کے زمانہ قیام میں آپ نے عربی فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے اہم اساتذہ میں معتبر عالم دین شاہ محی الدین قادری عبد العزیز صاحب بدایونی، اور

مولوی سعید صاحب پیشاوری تھے آخر الذکر مسلکا قادیانی تھے۔ اور فارسی زبان پر بڑا عبور تھا آپ نے کتاب ظہوری ان سے پڑھی دیگر اساتذہ میں شیخ عبدالرحمٰن مسقطی (ادیب) مولوی ضمیر الدین اور مولوی سلیمان سہوی تھے۔

مشائخ حیدرآباد سے استفادہ

حیدرآباد میں رہ کر جن مشائخ سے آپ نے سلوک ومعرفت کی منزلیں طے کیں ان میں حضرت تسکین شاہؒ حضرت شاہ کلیمیؒ تھے ان کے علاوہ جن حضرات سے ملاقات اور زیارت ہوئی ان میں حضرت خواجہ شمس الدین چشتی، مولانا سید نور الحسن اور حضرت شاہ ہلال صاحب تھے حیدرآباد میں طویل قیام کی وجہ سے آپ کی زبان پر دکنی لہجہ کا خاص اثر تھا بے تکلف حیدرآبادی محاورات بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔

حیدرآباد سے وطن مراجعت

حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی کو حیدرآباد سے ایسا انس وتعلق ہوگیا تھا کہ بارہا کہا کرتے تھے کہ یا تو اسی زمین میں آسودۂ خاک ہو جاؤں یا پھر مدینہ طیبہ کی پاک سرزمین میں، اسی لئے حضرت شاہ صاحب نے بھوپال نہ آنے کا عزم کر لیا تھا لیکن تقدیر کا فیصلہ کچھ اور ہو چکا تھا آپ کو بھوپال آنا پڑا۔

خلافت ونیابت

آپ کے بھوپال آنے کی بعد تقریبا ڈھائی سال آپ کے والد ماجد حیات رہے ۱۰ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ کو آپ بھوپال آئے اور ۱۸جمادی الاول ۱۳۴۲ھ کو بڑے حضرت (والد صاحب) کا انتقال ہوا وفات سے پہلے بڑے حضرت (والد ماجد) نے فرمایا کہ محمد یعقوب کے سوا (علاوہ) کوئی دوسرا خلافت ونیابت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ پھر حضرت کو بلایا اور فرمایا فلاں تسبیح فلاں جبہ اور فلاں دستار نکالو آپ نے تعمیل کی۔ حضرت نے فرمایا جبہ پہن لو تسبیح عطا فرمائی اور پگڑی اپنے سر سے اتار کر ان کے سر پر رکھی پھر سینے سے لگا کر خود بھی روئے اور شاہ محمد یعقوب صاحب بھی روئے حضرت شاہ صاحب کو خلوت میں بلا کر نصیحتیں کیں اور خصوصی طور پر فرمایا۔ بیٹے ذرا بھی دنیا کی عزت نہ کرنا اور فرمایا میں نے اور تمہاری والدہ نے کدو ابال کر کھائے لیکن دنیا داروں کی کبھی پرواہ نہ کی اس پر ثابت قدم رہنا اللہ تم کو برکات سے مالا مال فرمائے گا اسکے بعد بڑے میاں ابواحمد مجددی کے انتقال کا وقعہ پیش آیا بڑے حضرت کی وفات کی بعد آپ نے ان کی جانشینی فرمائی انہیں خصوصیات کے ساتھ جو اس خانقاہ کا شعار بن گئیں تھیں آپ نے اس خانقاہ کی بے لوثی اور بے تعلقی توکل واستغناء اور اتباع سنت وشریعت کی روایات کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ ان میں کچھ اضافہ بھی کیا اور جن خاندانوں اور مقامات کے لوگوں کا اس خانقاہ سے نیاز مندانہ تعلق تھا وہ یہاں آ کر اپنی روح کو غذا اور اپنے درد کی دوا پاتے تھے۔ (مقدمہ صحبتے با اہل دل)

حضرت شاہ ابواحمد صاحب مجددی بڑے پایہ کے بزرگ شیخ طریقت اور عالم شریعت تھے، ان کے خلفاء میں ان کے صاحبزادے و جانشین حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی کے علاوہ ایک اہم نام امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی کا ہے جن کی دین وسنت کی حمایت میں خدمات لازوال ہیں۔

مولانا شاہ یعقوب مجددی اہل علم کی نظر میں

مولانا عبد الماجد دریا آبادی شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔ بزرگ میں نے اپنی زندگی میں بحمد اللہ بہت دیکھے ہیں جنکی للہیت اور مقبولیت میں ذرا بھی شک نہیں کیا جاسکتا لیکن جہاں تک اصلاح نفس کا تعلق ہے حضرت تھانوی کو اپنے تجربہ میں یکتا اور بے نظیر پایا وہی لطف وکیفیت سالہا سال کے بعد اب مجلس یعقوبی میں پائی حضرت شاہ محمد یعقوب کی صحبت کا اتفاق مکمل دوبار ہوا لیکن ان میں اتنا پالیا بقدر اپنے ظرف وبساط کے جو دوسروں کے ہاں مدتوں میں بھی مل سکا تھا

ہر تکلف وتواضع سے مبرّا کامل سادگی۔ تواضع واخلاص کے ساتھ جو بول اس ذہن وزبان سے نکلتے تھے موتیوں کے تول ہوتے تھے اللہ اللہ نائب رسول میں یہ نطق پیمبری کی شان اور نطق کیا معنی، سکوت بھی دوسروں کے تکلم پر بھاری آئے تو آئے تو جواب ہر سوال۔ مشکل ازتو حل مشود بے قیل وقال۔

مجلس کیا تھی شنوی معنوی کے دفتر کھل رہتے تھے وہ بھی زیادہ سلیس وعام فہم ہوکر۔ (نشان منزل بحوالہ کاروان ادب ۱۹۹۹)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے حضرت کے انتقال کے موقع پر جو تعزیتی مکتوب لکھا تھا اس میں مولانا ندوی نے لکھا تھا ''ہم سب روحانی وعلمی طور پر یتیم اور ایک سایہ پروری سے محروم ہوگئے افسوس ہے کہ بھوپال کی شان یکتائی ختم ہوگئی اور میرے لئے تو اب کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں میرے ناگفتہ سوالات کا جواب ملے اور نئے نئے علوم اور نئے نئے مضامین سے اپنا دامن بھر کر لاؤں واقعہ یہ ہے کہ میرے علم میں ڈیڑھ سو برس سے ایسے معارف وحقائق کا اظہار نہیں ہوا تھا آنکھیں اب انہیں ڈھونڈینگی اور نہ پائیں گی کان مشتاق ہونگے اور نہ سنیں گے۔ (نشان منزل بحوالہ کاروان ادب)

حکیم الامت قاری محمد طیب صاحب نے آپ کی وفات کے موقع پر لکھا تھا افسوس کہ مدھیہ پردیش کی ایک روشن شمع خاموش ہوگئی اور پورا ماحول اندھیرا ہوگیا ایک ربانی عالم اور عارف باللہ کا اٹھ جانا ایک گھرانے یا ایک خاندان کا اندھیرا نہیں بلکہ دنیا کا اندھیرا ہے ''موت العالم موت العالم'' حضرت مجددیؒ کے فیوض و برکات سے ایک دنیا مستفید تھی کون سا دل ہوگا جو اس صدمہ کی ٹیس محسوس نہ کرے گا (کاروان ادب)

مولانا شاہ مجددیؒ کے ملفوظات

جو لفظ انسان کے منہ سے نکلے اور وہ بامعنی ہو وہ ملفوظات میں شامل ہے لیکن عام طور پر ملفوظات اولیاء اللہ، صوفیائے کرام اور بزرگان دین کے اقوال، گفتگو، زبانی کلمات اور روزانہ کی محفلوں اور مجلسوں کے پندو نصائح کیلئے استعمال کیا جاتا ہے بالفاظ دیگر ملفوظات مجموعہ ہوتے ہیں ان بیانات کا جو اخلاق فاضلہ اور اعمال صالحہ کی ترغیب و تحریص کے لئے صوفی بزرگ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کے مجمع میں بیان کرتے تھے اور کرتے ہیں جنہیں سامعین کی استعداد ان کے امراض قلب کے دفاع اور ان کی روحانی ترقی کا پورا پورا لحاظ ہوتا ہے سماج کی تبدیلی اور معاشرتی، فکری انقلاب میں ملفوظات و مواعظ کا خصوصی کردار رہا ہے ملفوظات و مواعظ کو زمانہ قدیم سے اہمیت ومقبولیت حاصل رہی ہی کوئی حقیقت پسند شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ صوفیاء درویشوں اور صلحاء امت کی مجلسی گفتگو اور ملفوظات نے ہمیشہ ایمان کی انگیٹھیاں سلگائی ہیں اور انسانیت کو بڑے بڑے فتنوں اور آفتوں سے بچایا ہے ہم ذیل میں حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی کے ملفوظات و مواعظ کے چند نمونے حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی کتاب صحبتے با اہل دل سے پیش کرنے کی کوشش کریں گے جن میں حکمت بھی ہے اور موعظت بھی ادبی صلاحوت بھی ہے اور فصاحت و بلاغت بھی مرض کی تشخیص بھی ہے اور دوا کی تجویز بھی۔

ہماری پستی کی انتہا

فرمایا۔ آج ہماری قوم اس پستی میں پہنچ گئی ہے کہ اسلام کا کوئی جوہر اس میں نہیں پایا جاتا نہ صداقت ہے نہ امانت نہ اخلاق نہ عمل ہر قسم کی بداخلاقیاں اور جرائم ان میں مل جائیں گے، چور، دغاباز، عیار رہزن سب ملیں گے نام عبدالرحمٰن، محمد سلطان وغیرہ وغیرہ۔ جذبات پر قابو پانا اور غصہ کو دبانا تو آتا ہی نہیں دو شخصوں میں ذرا گفتگو ہوئی اور ایک نے دوسرے کو چاقو ماردیا غصے کا محل کیا ہے؟ اور خوشی کا محل کیا ہے؟ یہ جانتے ہی نہیں، ساتھی پر تو غصہ آیا اور نفس کی شرارتوں پر کبھی غصہ نہیں آتا وجہ یہ ہے کہ ہم کو اپنی حقیقت معلوم نہیں (صحبتے با اہل دل) (۲۰۷)

تین درجے

فرمایا عبادت کے تین درجے ہیں پہلے عادت پھر عبادت پھر لذت (ایضا)

صحابۂ کرام کی اصل کرامت

فرمایا مجھے اسامہ "بین الجبایة و الهدایة" (حضرت مولانا سید ابوالحسن علیؒ ندوی کا رسالہ) میں یہ پڑھ کر بڑا مزہ آیا کہ لوگ اسلام کا بڑا معجزہ اور صحابہ کرام کی بڑی کرامت یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا شکر دریائے دجلہ کو گھوڑوں پر بیٹھ کر عبور کرگیا اور کوئی نہ ڈوبا اور نہ کسی کی کوئی چیز غائب ہوئی لیکن فی الحقیقت اسلام کا بڑا معجزہ اور صحابہ کرام کی اصل کرامت یہ تھی کہ دولت کے دریا امنڈ آئے اور قیصر وکسریٰ کے خزانے ان کے قدموں سے لگ گئے وہ اس دریا میں سے ہوکر صاف نکل گئے اور ان کا دامن بھی تر نہ ہوا۔

صحابہ کرام کا فیصلہ کرنے والے ہم کون ہوتے ہیں

مشاجرات صحابہ کے سلسلے میں اسلاف کا طرز عمل سکوت کا ہی ہے حضرت شاہ مجددی صاحب نے عام فہم مثال میں کتنے اچھے اسلوب میں سمجھایا فرمایا یہاں ایک صاحب تشیع (شیعیت) سے متاثر تھے ایک دن کہنے لگے کہ کیا امام حسینؓ کی شہادت کی ذمہ داری حضرت معاویہؓ اوران کے طرز عمل پر عائد نہیں ہوتی؟ میں نے کہا کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک مرتبہ ایک بڑے عالم اور ان کی بیوی کے درمیان رات میں کچھ تکرار ہوگئی اور سخت درشت کلامی کی نوبت آگئی ایک صاحب جھانک کر یہ نظر دیکھ رہے تھے صبح کہنے لگے صاحب شریعت گھر کی بیٹی، آپ عالم آپ اس کو اتنا سخت سست کہہ رہے تھے اور زدو کوب کی نوبت آگئی ان بزرگ نے فرمایا آپ کو اس کی اطلاع کیسے ہوئی کہا میں جھانک کر دیکھ رہا تھا کہا میں اپنے عمل کی توجیہ بعد میں کروں گا پہلے آپ اپنے عمل کا جواز ثابت کیجئے کہ آپ کو کسی کے خلوت خانے میں جھانکنے کی اجازت کس نے دی؟ اس کی تو ممانعت ہے میں نے کہا کہ اس طرح ہم کو صحابہ کرام پر اعتراض کرنے اوران کو برا بھلا کہنے کی ممانعت ہے۔ آپ ہی بتائیے کہ آپ کو قانون اور عدالت کی کرسی پر کس نے بٹھایا کہ آپ صحابہ کرام پر فیصلہ صادر کریں۔ بہت سے لوگ قرآن وحدیث کے بجائے تاریخ پڑھ کر گمراہ ہوئے۔

کسی نے سلف میں کسی بزرگ سے سوال کیا کہ حضرت علیؓ وحضرت معاویہؓ میں کون برحق تھا کہا کہ ہم کو اپنے اعمال و اخلاق کی فکر چاہئے ان کی فکر میں رہنے سے کوئی فائدہ نہیں (۱۶۶)

ہر چیز کی قیمت اس کی غایت ہے

فرمایا کہ ہر چیز کی علت نمائی دیکھنی چاہئے جس کے لئے بنائی گئی ہے ایک شخص مسہری بچھاتا ہے اس پر نہایت مکلف بستر لگاتا ہے بڑا نرم گدا بڑی اجلی چادر اور بڑا نفیس منقش تکیہ لیکن جب رات کو اس پر سوتا ہے تو اتنے کھٹمل کے ......اب مسہری اور گدے کو لے کر کوئی کیا کرے اس سے تو کہیں اچھا ہے کہ زمین پر معمولی بستر ڈال کر سوجائے جہاں نہ کھٹمل ہوں نہ پسو مقصود تو آرام ہے چاہے زمین پر ہو یا مسہری پر آج کل کی زندگی، تعلیم سب ایسے ہی ہیں کہ ٹیپ ٹاپ تو بہت ہی مگر قبر میں اس سے آرام نہ ملے گا اس سے تو وہ تکلیف اور بے سروسامانی مبارک ہے کہ جس کے نتیجہ میں قبر میں آرام سے سونا نصیب ہو وہاں گدا تکیہ سب مل جائے گا۔

جس دن قرآن کی تلاوت نہیں ہوتی مزاج ٹھیک نہیں رہتا

ایک صاحب نے پوچھا حضرت مزاج کیسے ہیں؟ فرمایا الحمدللہ بہت اچھے ہیں ور اچھے رہتے ہیں۔ ہاں جس دن قرآن مجید نہ پڑھوں اس دن مزاج ٹھیک نہیں رہتا "ومن يعش عن ذكر الرحمن نقيض له شيطانا فهو له قرين" سارا انحصار مزاج ہی پر ہے باقی رہا جسم تو جسم بگڑنے کے لئے ہے اس کا بگڑنا ہی اچھا ہے اس کے بگڑنے ہی میں بنتا ہے شاعر بھی بعض مرتبہ عجیب عجیب باتیں کہہ جاتے ہیں کیا خوب کہا ہے۔

چلی تیزی نہ کچھ باد صبا کی
بگڑنے پہ بھی اس زلف بنا کی

مغز میٹھا نہ ہو تو بادام کی کیا تعریف

فرمایا بزرگانہ شکل وصورت سے کچھ

نہیں ہوتا کوئی لفافہ ہی دیکھ کر تعریف کردے کہ خط بہت اچھا ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا جب تک خ کا مضمون نہ معلوم ہو اس کی تعریف نہیں کی جاسکتی ہے اس حقیقت کو قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔ **"افلا یعلموا اذا بعثر ما فی القبور و حصل ما فی الصدور"** کوئی بادام کا چکنا چھلکا اور بڑا سادانہ دیکھ کر تعریف کرے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اصل تو گری ہے اور اس میں دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اس سے روغن بادام کتنا نکلتا ہے اس مغز اور روغن کے ظہور کی جگہ تو قبر ہے اس وقت معلوم ہوگا کہ بادام کڑوا ہے یا میٹھا تر ہے یا بالکل خشک مولانا نے صحیح فرمایا۔

آدمیت مشکل آئین اے آدمی
چو بری روز آوری ہائے غمی
آدمیت لحم و شحم و پوتی نیست
آدمیت چیز رضائے دوست نیست
آدیش گر بقوت می شدے
گاؤ خر از آدمی بہتر بوئے

اسی لئے حدیث میں۔ **انما الاعمال بالخواتم** آتا ہے۔(ص ۱۹۳)

دل دولہا جسم بارات

فرمایا دل دولہا جسم بارات بارات دولہا کی خاطر ہے دولہا سے بے اعتنائی اور بارات کی خاطر داری کوئی عقل کی بات نہیں یہی دل سیر الٰہی ہے اور امانت خداوندی، اہل زمانہ دل کی اصلاح اور غذا سے غفلت برتنے میں بعض لوگ جو غفلت کے دام سے نکل گئے ہیں۔ وہ دل کے معاملہ میں دوسری قسم کی کوتاہیوں اور زیادتیوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور ان میں بعض خواص بھی بعض اوقات مبتلا ہوجاتے ہیں مجھے مومن خاں کا یہ شعر اکثر یاد آتا ہے اور جی چاہتا ہے کہ وظیفہ کی کتابوں میں رکھ دوں۔

اگر غفلت سے بعض آیا جفا کی
تلافی کی بھی ظالم نہ تو کیا کی

حیات طیبہ کے معنی اور اس کی مثال

فرمایا ایک زمانہ میں اس آیت پر بہت غور کرتا رہا من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ۔ (ترجمہ) جو بندہ یا بندی اچھے اعمال کرے اور دل سے وہ مومن بھی ہو تو ہم اس کو حیات طیبہ کی نعمت سے نوازیں گے۔ میری عادت ہے کہ جب کوئی چیز ذہن میں آتی ہے تو پھر چلتے پھرتے وقت ہر اسی کا خیال رہتا ہے میں نے بہت سوچا کہ حیات طیبہ کیا ہے خیال آیا دنیا کا مٹ کر زندگی ہی میں آخرت کا نظر آجانا حیات طیبہ ہے اگر کوئی پوچھے کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ کہیں ٹھہرے ہوں اور وہاں غلطی سے دس ہزار کے نوٹ چھوڑ کر آگئے ہوں اور کسی مجلس میں شریک ہوگئے ہوں اور اس کا دروازہ کھلا رہ گیا ہو تو آپ کا دل اس میں لگا رہے گا اور آپ کو نوٹ کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا نہ کچھ سن سکیں گے اگر بعد میں آپ سے کوئی کہے گا کہ اس مجلس میں فلاں فلاں باتیں ہوئیں فلاں فلاں آدمی آئے تو آپ کہیں گے کہ مجھے کچھ خبر نہیں میرا دل تو فلاں چیز میں لگا ہوا تھا یہی حیات طیبہ کا حال ہے کہ مومن کا بدن یہاں اور دل وہاں رہتا ہے۔(ص ۶۵۰)

صبر کی حقیقت

فرمایا بہت دنوں تک صبر کی حقیقت پر غور کرتا رہا تفسیریں بھی دیکھیں تشفی نہ ہوئی پھر ذہن میں آیا کہ بڑے آرام کے لئے چھوٹی تکلیف برداشت کرنا یہی صبر کی حقیقت ہے کسی شخص کا پاؤں اتر گیا اس کو بٹھانے کے لئے تکلیف اٹھانی پڑے گی لیکن اس کے بعد آرام مل جائے گا وہ آرام کے خیال سے یہ سب کرتا ہے یہی دنیا کے مصائب کی حقیقت ہے۔(ص ۱۰۸)

بندگی سب سے اونچا مقام ہے

اللہ کی فرمانبرداری اور رسول کی اتباع کامل سے مقصود یہ ہے کہ انسان کے اندر کامل بندگی پیدا ہوجائے اور یہی سب سے اونچا مقام ہے مولانا مجددیؒ فرماتے ہیں۔ بندگی اور اپنے کو مٹانا سب سے اونچا مقام ہے۔ نفسی خود افکاری اور اپنے کو خاک وخس وخاشاک سمجھ لینے سے بڑھ کر کوئی مرتبہ اور کمال نہیں امام ربانی فرماتے ہیں جن لوگوں سے کرامات کا بہت ظہور ہوا ہے ان کو قیامت میں تمنا ہوگی کاش ایسا نہ ہوتا۔(۹۱)

(بقیہ......۱۵......پر)

مولانا عبدالرحیم ندوی
استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

نوبت ایں جارسید

بات یورپ وامریکہ کی ہے نہ بات ایسے خاندان وگھرانہ کی، جو دین سے بیگانہ اور شریعت سے نا آشنا ہو بلکہ ہمارے ہی ملک میں ایسے صوبہ کی ہے جو علم کا گہوارہ اور دعوت وارشاد کا مرکز ہے، جہاں دانش گاہوں اور علم کے مراکز کی بہتات ہے یعنی اسی ہمارے اتر پردیش کی بات ہے۔

ایک کھاتے پیتے گھرانہ کی بچی جب سن بلوغ کو پہنچی تو والدین ابھی حیات تھے والد بزرگوار نے بڑی محنت وجستجو کے بعد اپنی اس لاڈلی دختر نیک کی لیے کشتی حیات کا ناخدا تلاش کردیا خدا خدا کر کے شادی کی تاریخ آئی اور شادی رچائی گئی اور اس کی حنائی کلائی کو اس ناخدائے کشتی مجازی کے ہاتھ میں ڈھیر ساری دعاؤں اور سوغات کے ساتھ تھمادی۔

لیکن قدرت کو یہ رفیق اس کے لئے بے جوڑ معلوم ہوا اس نے بڑی تیزی کے ساتھ وہ اسباب پیدا کردیئے کہ اس نامعقول شخص کو جس کو ظاہری نگاہوں نے اچھا سمجھا تھا اس سیدھی سادھی لڑکی کے لئے نامناسب سمجھا اور اس معصوم دوشیزہ کو اس کے چنگل سے آزاد کرادیا لیکن...... کچھ بھی ہو مشرقی معاشرہ جہاں شادی کے بعد لڑکی کا نکلنا معیوب اور تابوت کے نکلنے ہی میں عزت تصور کی جاتی ہے۔

یہ جدائی کا واقعہ ناقابل برداشت تھا ماں باپ کیلئے، بھائی بہن اعزہ واقارب سب کے لئے روح فرسا تھا۔ لیکن خدا کی خدائی اور قضا وقدر کے سامنے نہ چاہتے ہوئے بھی انسان کو سر تسلیم خم کرنا ہی پڑتا ہے اور سعید لوگ فیصلہ خداوندی سے خوش ہی رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ لڑکی بھی اپنے سسرال سے میکے آگئی اور ہمیشہ ہمیش کے لئے آگئی اور یہ صدمہ اس کے لئے ایسا جان گسل ثابت ہوا اور اتنا شدید ہوا کہ اس نے فیصلہ کرلیا کہ اب کسی دوسرے مرد کا منہ نہ دیکھے گی اور لاکھ کوششوں کے بعد بھی وہ دوسری شادی پر راضی نہ ہوتی تھی۔ والد بزرگوار اپنی زندگی کے ایام پورے کر رہے تھے ان کو یہ احساس دامن گیر ہوا کہ اس کا کیا ہوگا؟ آخر اسکا گذر بسر کیسے ہوگا؟ انہوں نے اس خیال سے کچھ جائداد اس کو دینے کے لئے کہہ دیا اور پھر ایک دن انہوں نے یہ اطمینان کر کے آنکھیں موند لیں کہ میری یہ لاڈلی بقیہ عمر اسی گھر میں جیسے تیسے گذار دیگی۔ اور دو بھائیوں کے سہارے کے ساتھ یہ جائداد بھی کچھ سہارا بنے گی۔ گویا وصیت کردی کہ فلاں جائداد میں اس لڑکی کو دیتا ہوں۔

وقت گذرتا گیا گھر کے حالات، دنیا کی تیز نگاہیں۔ خود اپنے جذبات اور بھائی کی فکر مندی، بھابھی کے برتاؤ اور معاشرہ کے دباؤ نے گویا اس کو اس بات پر آمادہ کردیا کہ وہ دوسری شادی کی لئے خوشی سے نہیں تو مصالح کے پیش نظر تیار ہوجائے۔

چنانچہ اس کے بھائی نے ایک لڑکا اس کے لئے تلاش کیا اور اپنی دانست میں بہت اچھا یقیناً وہ بہت اچھا تھا، نیک سیرت، خدا اور رسول کے حکموں کا فرمانبردار اور باوجیہ، بہر حال اس لڑکی کی دوسری شادی ہوگئی اور وہ رخصت ہو کر اپنے شوہر کے گھر پہنچی اور اس کی گھر کی مالکہ بن گئی اللہ نے والدین کی دعائیں سن لیں، اس کو سکون عطا کیا، اس کی گود بھر دی اب اس کے آغوش میں ایک خوبصورت بچہ چہکنے لگا جس نے ماضی کے غم کو یکسر بھلا دیا اور وہ بھی شاید اپنی قسمت پر ناز کرنے لگی اور اپنے بھائی کی شکر گذار بن گئی کہ اس نے ذرا جبر کر کے اور سمجھا بجھا کر اسکی شادی کردی۔

ماضی کا غم تو بھول گیا لیکن مستقبل کے اندیشوں وخطرات نے گھیر لیا۔ انسان کی بھی عجیب حالت ہے وہ کسی حال میں خوش نہیں رہتا اگر غم امروز سے چھٹکارا پاتا ہے تو اندیشۂ فردا ستانے لگتا ہے۔ ایک تمنا اس کی، پوری ہوتی ہے تو دوسری خواہش سر ابھارتی ہوئی نظر آتی ہے، شاید یہ انسان کی کمزوری ہے۔ جو صرف جنت ہی میں دور ہوگی، اس کی خواہشوں اور آرزؤں کی تکمیل اسی میں ہوگی ورنہ دنیا میں ہر خواہش کی بعد ایک خواہش، ہر تمنا کے بعد ایک تمنا سر ابھارتی رہے گی تا آنکہ وہ قبر کے پیٹ میں چلا جائیگا۔ غرضیکہ غم فردا اس کو یہ لاحق ہوا کہ شوہر نامدار کے پاس جائداد بہت معمولی ہے میرے پاس بچے ہیں آخر یہ بچوں کو کیا دینگے کیا مجھ کو دیں گے اس کشمکش اور مستقبل کے خطرات واندیشوں نے اس کو ایک فیصلہ کرنے پر آمادہ کر دیا کہ وہ بھائی سے کہہ دے کہ والد نے جو جائداد اس کو دی تھی اسکو عطا کر دی جائے تا کہ اس کا گذر بسر آسانی ہو سکے اور اپنے بچوں کے لئے وہ کچھ کر سکے۔

اس نے نہ جانے کتنی مرتبہ اس فیصلہ پر غور کیا۔ اپنے نیک سیرت قرآن وحدیث سے واقف شوہر سے شاید مشورہ بھی کیا ہوگا۔ اور بھائی کے مزاج پر بھی غور کیا ہوگا۔ معاشرہ کے تیکھے تیور کا بھی مطالعہ کیا ہوگا بہت کچھ سوچ سمجھ کر اس نے اپنا مدعا بھائی کے سامنے پیش کر ہی دیا۔ اپنا پورا حق نہیں مانگا نہ شرعی حق مانگا بلکہ والد نے جو وصیت کی تھی۔ یقیناً وہ اس کی شرعی حق سے کم تھی اس کو مانگا۔ کیا ردعمل ہوا؟

آپ جانتے ہیں کیا ردعمل ہوا؟ اگر آپ خوش قسمتی سے ایسے معاشرہ میں رہتے ہیں جہاں لڑکیوں کے حقوق دیئے جاتے ہیں۔ تو شاید آپ سوچیں گے کہ بھائی نے کہا ہوگا نہیں تم صرف اتنا کیوں لوگی تمہارا تو حق اور زیادہ ہے میں تمہیں پورا پورا حق دونگا۔ میں کسی کا حق لیکر کیا کرونگا۔ اللہ نے مجھ کو بہت کچھ دیا ہے۔

لیکن خدانخواستہ اگر آپ اس ماحول میں رہ رہے ہیں جہاں لڑکیوں کے حقوق کے غاصب بستے ہیں۔ جہاں یہ کہہ کر لڑکیوں کا حق ختم کر دیا جاتا ہے کہ جہیز میں اس سے زائد دیا جا چکا ہے۔ جہاں لڑکیوں کا حق سن کر لوگ ایسے منہ بناتے ہیں جیسے کوئی حرف غلط سنکر۔ جہاں لوگوں کے ذہن ودماغ کے کسی خانہ میں کبھی بھی یہ خیال ہی نہیں آنے پاتا کہ بہن کا حق بھی باپ کی جائداد میں ہے۔ قرآن نے اس کی صراحت کی، حضورؐ نے اس پر زور دیا ہے، فقہاء نے اس کا استنباط نہیں کیا ہے بلکہ خود اللہ نے تقسیم کر کے بتایا ہے کہ لڑکی کا کتنا حصہ ہے۔

اگر ایسے ماحول میں آپ رہتے ہیں تو تصور کر لیجئے کہ اس لڑکی کے اس مطالبہ پر کیا حال ہوا ہوگا اس بھائی کا، کیا چرچا ہوا ہوگا اس لڑکی کے بارے میں، کیا بھونچال آیا ہوگا اس بستی میں؟

ہاں بھونچال آ گیا۔ بھائی نے دینے سے انکار کر دیا، لوگوں کی زبان چلنے لگی وہ لڑکی مجلسوں کی موضوع سخن بن گئی۔

"فلاں کی بہن حصہ لینے آئی ہے"

اچھا وہ حصہ لیگی" ارے بھائی اسکے پاس کھیت بہت کم ہے" ارے تو کیا ہو کیا لڑکی کو حصہ ملے گا۔

ارے نہیں وہ حصہ نہیں مانگ رہی ہے بلکہ اس کی والد نے اپنی زندگی میں جو دیا تھا اسی کو چاہ رہی ہے" ارے تو بھائی کے پاس بھی تو بڑا خرچہ ہے دو دو بچیاں سیانی ہو گئی ہیں۔

یہ اور اس طرح کی گفتگو مجلسوں میں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی صاحب یہ کہہ دیتے ہیں کہ بھائی اس میں کون سی بڑی بات ہے لڑکی کا حصہ ہے اللہ نے دیا ہے۔ اولاً تو زمانہ اور رسم ورواج کی باتیں کرتے ہیں بعض لوگ تو خفا ہو جاتے ہیں ورنہ اگر قرآن وحدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے تو اس طرح خاموش ہو جاتے ہیں جیسے کوئی ظالم شخص کسی کمزور کا منہ بند کر دے تو وہ دل ہی دل میں بکتا رہتا ہے اور زبان بند رکھتا ہے۔

آپ منتظر ہونگے کہ آخر انجام کیا ہوا لڑکی کو حصہ ملا یا نہیں؟ تو سنئے۔ باقاعدہ اس کے لئے پنچائت ہوئی اور ان کے فیصلہ سے

معاملہ رفع ہوا۔ پنچ بھی کیسے لوگ تھے اسی ماحول کے جہاں لڑکی کے حق کا خیال لوگوں کے ذہن میں نہیں آتا، انہوں نے کچھ زمین دینے کا فیصلہ کیا باپ کی وصیت سے بھی کم اور علت یہ بیان ہوئی کہ چونکہ اس نے شادی نہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس لئے والد نے دیا اب چونکہ شادی ہو گئی گویا اب اس کا بھی استحقاق ختم ہو گیا۔

قارئین کرام سوچیں اور غور کریں کہ آخر ہم کہاں پہنچ چکے ہیں قرآن وحدیث کی صریح خلاف ورزی کب تک ہم کرتے رہیں گے۔

اصلاح معاشرہ کے ذمہ داران غور کریں یہ ایک واقعہ نہیں ہے بلکہ پورے معاشرہ کا مزاج یہی ہے، ہر شخص عملاً یہی کر رہا ہے ہزار میں ایک شخص بھی مشکل سے ملے گا جو لڑکیوں کے تعلق سے اس کے علاوہ سوچتا ہو آج کل اصلاح معاشرہ کے عنوان سے جلسہ اور تحریکیں چل رہی ہیں اور ان میں سلگتے ہوئے مسائل خاص طور سے لڑکیوں کے قتل کئے جانے شادی بیاہ کی رسمیں اور جہیز وغیرہ ہی موضوع ہوتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں جہاں اسراف وتبذیر کی لعنت دکھاوا وغیرہ کی وجہ سے جہیز کی شرح بڑھ رہی ہے اس میں لڑکیوں کے میراث میں حصہ نہ دینے کا بھی اثر ہے۔ اگر ہم لڑکیوں کو میراث میں حصہ دینے لگے تو جہیز کا مسئلہ بھی حل ہو سکتا ہے۔

لہٰذا اس کے لئے پوری پلاننگ کے ساتھ کوشش کی ضرورت ہے ائمہ کرام اور واعظین اس کو اپنا موضوع بنائیں۔ اس عنوان سے جلسے کئے جائیں لوگوں کے کان کو اس آواز سے مانوس کیا جائے تا کہ اللہ کے اس حکم کے خلاف ورزی کے مرتکب نہ ہوں اور عظیم گناہ سے بچ سکیں۔

بقیہ ...... حضرت مولانا محمد شاہ یعقوب مجددیؒ اوران کے ملفوظات

ذکر کی جگہ خلوت نہیں جلوت ہے

فرمایا ذکر کی جگہ خلوت نہیں جلوت ہے جب جلوت میں ذکر کی مشق اور قوت پیدا ہو جاتی ہے تو خلوت میں خود بخود ذکر ہونے لگتا ہے جو لوگ بازاروں اور ہنگاموں کے انتشار میں متوجہ الی اللہ۔ (دست بیکار دل بیار) رہنے کے عادی ہو جاتے ہیں ان سے خلوت میں غفلت ہونی مشکل ہوتی ہے اور ان کو تنہائی میں ذاکر اور متوجہ ہونے کے لئے کوئی مکلف اور اہتمام نہیں کرنا پڑتا ہے۔

پہلے اپنے نفس کی اصلاح

فرمایا کہ پہلی ضرورت اخلاق و معاملات کو درست کرنے اور نفس کی اصلاح اور اس کو مغلوب کرنے کی ہے۔ جب تک نفس کا تسلط دور نہ ہوگا نہ اطاعت کا جذبہ پیدا ہوگا نہ ایثار اور قربانی کا مادہ جب ہم اپنے نفس پر اللہ کی حکومت قائم اور اس کے حدود کو جاری نہیں کر سکتے تو دوسروں پر کیا اللہ کی حکومت قائم اور اس کے حدود جاری کر سکیں گے؟ اخلاق ونفس کی اصلاح سے پہلے اگر ہم نے حدود شرعیہ کے جاری ہی کرنے کا ارادہ کیا تو فتنہ پیدا ہو گئے اور بغاوت ہو گئی۔ (۱۵)

یہ چند نمونے مشتے از خروارے آپ کی خدمت پیش کئے گئے۔ ورنہ پوری کتاب ایسی ہے، جس سے رشد وہدایت صلاح وتقویٰ اور ایمان ومعرفت کے موتی جھڑتے ہیں۔

وفات

حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددیؒ کی وفات ۱۳ ربیع الاول ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء کو بھوپال میں ہوئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مراجع کتب

کتب — مصنف

۱- صحبتے با اہل دل۔ حضرت مولانا علی میاں ندویؒ

۲- کاروان ادب (سہ ماہی) جون ۱۹۹۷ء مضمون نگار مولانا سید مشتاق ندوی۔

۳- پندرہ روزہ تعمیر حیات (مئی) ۱۹۷۰ء۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۴- ماہنامہ الفرقان (مئی) ۱۹۷۰ء۔ لکھنؤ یوپی

۵- معاصرین۔ مصنف مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ۔

مولانا اسرار الحق قاسمی

نکاح انسانی زندگی کیلئے ناگزیر ہے

نکاح مرد عورت کے درمیان ایک ایسا مقدس رشتہ ہے جس سے آپس میں محبت ومودت کی فضاء قائم ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یا معشر الشباب من استطاع منکم البائۃ فلیتزوج فانہ اغض البصر واحصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فلانہ لہ وجاء" (اے نوجوانوں کی جماعت جو تم میں سے طاقت رکھتا ہو وہ ضرور شادی کرے کیونکہ شادی کرنا اس کی نظر کو پاک کردے گا اور اس کو گناہ سے بچالے گا اور جو شادی کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ روزہ رکھے کہ روزہ شہوت کو توڑتا ہے" (ترمذی)

نکاح کے بہت سے فائدے ہیں۔ مثلاً نکاح کی وجہ سے معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائی اور فساد میں کمی واقع ہوتی ہے، پاکیزہ معاشرہ کی تشکیل عمل میں آتی ہے، زنا جیسی خباثت سے معاشرہ پاک ہوتا ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیاء کو حکم دیا کہ "جب تمہارے پاس ایسا شخص پیغام لے کر آئے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس سے شادی کردو، اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد ہوگا۔

مرد وعورت کے تعلقات سے ہی دنیا کا وجود ہے اور اسی سے نسل انسانی کی بقاء ہے، جس کی بارے میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا "اے لوگوں ڈرو اپنے رب سے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا اور اسی سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو پیدا کیا" (نساء:۱) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دی کہ زیادہ بچے جننے والی سے شادی کی جائے ایسی عورت سے شادی کی جائے جو پیار کرنے والی ہو، محبت کرنے والی ہو میں تم لوگوں کی (کثرت کی) وجہ سے دوسری قوموں پر فخر کرونگا کہ میری اتباع کرنے والے زیادہ ہیں" (ابوداؤد:۲۰۵)

اس کے برخلاف تجرد اور بن بیاہی زندگی گزارنے سے منع فرمایا۔ سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون کو تجرد اور بغیر شادی کی زندگی گزارنے سے منع فرمایا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اجازت دیدیتے تو ہم سب خصی ہوجاتے (ہم بھی شادی نہیں کرتے اور صرف اللہ کی عبادت میں لگے رہتے) (بخاری) چنانچہ قرآن مجید میں ایسے مردوں وعورتوں کے نکاح کرانے کا حکم کیا گیا جو بن بیاہے ہوں یا ان کی بیوی یا شوہر نہ ہوں۔ قرآن مجید کی سورہ نور آیت نمبر ۳۲ میں ایامیٰ کا لفظ آیا ہے جو ایم کی جمع ہے، جس کے معنی مفسرین نے یہ لکھے ہیں کہ ایسا مرد جس کی بیوی نہ ہو یا ایسی عورت جس کا شوہر نہ ہو، چاہے وہ کنوارے ہوں یا شادی کے بعد کسی وجہ سے جدائی ہوگئی ہو، طلاق کی وجہ سے یا موت کی وجہ سے۔ یہ آیت کریمہ ہر صورت کو شامل ہے اور اللہ تعالیٰ بطور حکم ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کی شادی ہوجانی چاہئے۔ اس لیے کہ تجرد کی زندگی فتنہ اور فساد کا سبب ہے اسلام جو دین فطرت ہے وہ معاشرہ کو پاکیزہ رکھنے اور بے حیائی سے بچانے کے لیے عملی تجاویز اور مشکلات کا صحیح حل بھی پیش فرماتا ہے اور حل یہ ہے کہ ایک اسلامی معاشرہ میں کتاب وسنت کی روشنی میں جو بھی مرد عورت نکاح کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور ان کے اندر فطری خواہشات بھی ہوں تو حکم ہے کہ ان کا فوراً نکاح کردیا جائے، بغیر نکاح کے کوئی زندگی نہ گزارے۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ جس معاشرہ میں بن بیاہی عورتیں زیادہ ہونگی، وہاں جذبات کو کب تک قابو میں رکھا جاسکتا ہے۔ بڑے تحفظ اور احتیاط کے باوجود غلط قدم اٹھنے کے امکانات پائے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے اور شیطان بڑی آسانی سے انہیں ورغلا کر گمراہ کرسکتا ہے خاص طور سے آج کے اس پرفتن دور میں جب کہ بہت سی عورتیں مردوں کی طرح آزاد بازاروں میں گھومتی اور پارکوں کی سیر کرتی نظر آتی ہیں اور شرم وحیاء کی چادر سے بے پرواہ ہوکر مردوں کے شانہ بشانہ ہر جگہ نظر آتی ہیں۔ ہر جگہ بے حیائی اور بے شرمی کا نظارہ عام ہوتا جارہا ہے، نفسانی خواہشات کو ابھارنے کے لئے ٹیوی پروگرام آگ پر تیل کا کام کررہے ہے۔ ایسے میں کتنے ہی نوجوان مرد عورتوں کی اخلاقی صورت حال کیا ہوگی۔ ہر ذی ہوش شخص اندازہ لگاسکتا ہے اور جو اس کے برے نتائج ہیں ان کو بھی محسوس کرسکتا ہے، ایسے حالات میں شادی میں تاخیر کرنا اور عورتوں سے شادی کرنا جن کا ایک بار نکاح ہوچکا ہو عیب سمجھا جانا، معاشرہ کے لیے کس قدر مہلک اور خطرناک بات ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی فرق اور تمیز کے تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ شادی شدہ زندگی گزاریں اور اولاد کے ذمہ داروں کو حکم دیا کہ وہ ان کی شادی کرادیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور جاتی ہے، لہٰذا جب کوئی عورت اچھی لگ جائے اور دل میں خواہش پیدا ہوجائے تو اپنی بیوی کے پاس جائے اور اس سے خواہش کو پوری کرے کہ وہ اس کی خواہش کو نکال دے گی" (مسلم:۳۴۰۷) اس حدیث سے یہ بات بالکل صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ انسان کے اندر خواہش فطری طور پر پائی جاتی ہے۔ چنانچہ خواہش کا پیدا ہونا فطری ہے اور کسی کے دل میں پیدا ہوسکتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک عام آدمی کے دل میں خواہش پیدا ہوگی اور خاص شخص کے دل میں نہیں، خواہشات کا پیدا ہونا فطری ہے اور جب اس کو دبانے کا کوئی صحیح راستہ نہیں ہوگا تو آدمی غلط راستہ اختیار کرسکتا ہے۔ اور اس سے معاشرہ میں برائی، بدامنی اور بے حیائی پیدا ہوگی، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہشات کو پورا کرنے کے لئے نکاح کرنے کا حکم دیا اور یہ حکم دیا کہ جو لوگ نکاح کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، وہ روزہ رکھیں۔ اس لیے کہ روزہ خواہشات کو دباتا ہے اور اس کو توڑتا ہے۔

چونکہ تجرد کی زندگی سے بچنے کے لیے نکاح واحد ذریعہ ہے، اس لیے شریعت نے نکاح کو بہت آسان بنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "برکت کے اعتبار سے سب سے عظیم نکاح وہ ہے جو خرچ کے اعتبار سے آسان ہو" (بیہقی: شعب الایمان) نکاح کو مہنگا نہیں بنایا گیا کہ مالدار کے سوا کوئی نکاح کر ہی نہ سکے، بلکہ نکاح کو بہت آسان بنایا گیا، اس کے لیے کوئی خاص قید وبند کو بھی بیان نہیں کیا گیا کہ لڑکی فلاں حسب نسب کی ہو، فلاں خاندان سے ہو، بلکہ اسلام نے یہ تعلیم دی کہ عورت سے نکاح چار وجوہات سے کیا جاتا ہے، اس کے مال کی وجہ سے۔ حسب کی وجہ سے، جمال کی وجہ سے، دین دار عورت سے نکاح کرکے کامیابی حاصل کرو تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں" (بخاری، مسلم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کا ایک عورت سے نکاح کیا جن کے پاس لوہے کی ایک انگوٹھی تک نہ تھی سوائے ایک ازار کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر یہ طے کیا کہ جو کچھ قرآن کا حصہ یاد ہے ان کو سکھادیں، اس امید پر کہ اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم سے ان دونوں کو اتنا رزق عطا کریں گے جو ان کے لیے کافی ہوگا" (تفسیر ابن کثیر:۳۲)

لیکن افسوس صد افسوس کہ آج کل معاشرہ میں جہیز اور لین دین کی رسم اس قدر جڑ پکڑ چکی ہے کہ متوسط گھرانے کی لڑکیوں کے لیے شادی کسی مصیبت سے کم نہیں، کتنی ایسی لڑکیاں ہیں جو والدین کی کم آمدنی کی وجہ سے اچھے رشتوں سے محروم

ہیں، اور بہت سے مالدار گھرانے کی لڑکیوں کے سامنے مسئلہ یہ ہے کہ ان کے والدین کو مالدار لڑکا نہیں مل رہا ہے، جوان کی بیٹی کو لاڈ پیار سے پالے، یہ ایک ایسی مصیبت ہے جس کی دلدل سے نکلنا آسان نہیں ہے۔ لڑکی والے چاہتے ہیں کہ لڑکا بڑا متمول ہونا چاہئے اور لڑکے والے چاہتے ہیں کہ لڑکی کے والدین مالدار ہوں تاکہ خوب جہیز ملے، جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تونگری، امیری غریبی یہ عارضی چیزیں ہیں، تم اس کی فکر مت کرو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو وہ اس بات پر قادر ہے کہ آن واحد میں اس افلاس اور غریبی کو دور کردے۔ ارشاد خداوندی ہے اگر وہ تنگ دست ہوں تو (فکر مت کرو) اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی کردے گا اللہ وسعت والا جاننے والا ہے (النور:۳۲) حضرت ابوبکرؓ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کا جو حکم دیا ہے تم اس کی اطاعت کرو اس نے تمہیں جو مالدار کرنے کا وعدہ کیا ہے (ابن کثیر:۳/۳۵۷، النور:۳۲)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا "مالداری اور تونگری کو نکاح میں نہ تلاش کرو" (ابن کثیر: ۳/۳۵۷) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی ایسے ہیں جن کی ذمہ داری اللہ رب العزت نے اپنے ذمۂ کرم پر لے لی ہے۔ وہ نکاح کرنے والا جس کی غرض پاک دامن ہونا ہو، ۲۔ وہ مکاتب غلام جو زر مکاتب ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، ۳۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والا" (ترمذی:۱۶۵۵)

معاشرہ میں ایک اور غلط بات یہ بھی پائی جاتی ہے کہ بیوہ کے ساتھ نکاح کرنے کو عیب سمجھا جاتا ہے، جس کی وجہ سے بہت ساری ایسی عورتیں جو عین جوانی کے عالم میں اپنے شوہر سے الگ ہو جاتی ہیں موت کی وجہ سے یا طلاق کی وجہ سے یا فسادات کی وجہ سے۔ آج کل پوری دنیا میں خاص طور سے فلسطین، عراق اور افغانستان میں آئے دن سیکڑوں لوگ قتل کیے جاتے ہیں آخر وہ عورتیں کہاں جائیں گی، ان کا کیا حشر ہوگا۔ آج بھی عرب اور دوسرے ملکوں میں اس کا رواج ہے، ہندوستان جیسے ملک میں غالباً ہندوانہ تہذیب کا اثر ہے کہ جس طرح ان کے وہاں عورت کو دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے وہی تصور مسلمانوں میں بھی آگیا ہے کہ یہ بھی بیواؤں سے شادی کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے۔ اس تصور کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

ابوموسیٰ یونس بن عبدالاعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں تھے اور اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہ بھی مانے جاتے تھے۔ ایمانداری و دیانت داری کے سلسلے میں ایک مرتبہ انہوں نے اپنے دوستوں کو ایک عجیب و غریب واقعہ سنایا جس کو ابن خلکان نے "المنتظم فی اخبار من سکن المقطم" کے حوالے سے اپنی کتاب میں نقل فرمایا ہے انہوں نے فرمایا کہ ان کے زمانے میں ایک شخص نے کسی سے قرض لیا اور کہیں باہر تجارت کی غرض سے چلا گیا۔ جب قرض ادا کرنے کا وقت آیا تو اس نے سوچا کہ وطن جاکر روپیہ واپس کرنا چاہئے لیکن اس زمانہ میں سمندر میں طغیانی تھی اور ملاح سفر کرنے کی ہمت نہیں کر رہے تھے تو اس نے ایک لکڑی کا صندوق لے کر اس میں مطلوبہ رقم رکھ کر سمندر کی لہروں کے حوالے کردیا اور کہا اے اللہ یہ قرض میں نے تیرا نام لے کر لیا تھا اور اب تیرے ہی نام سے اس کو سمندر کے حوالہ کر رہا ہوں۔ دوسری طرف جس نے قرض دیا تھا اس کو روپیوں کی ضرورت ہوئی تو وہ بے چارہ روز اس شخص کے انتظار میں ساحل پر جاتا کہ شاید وہ آجائے اور روپے دستیاب ہوں۔ ایک روز وہ اسی انتظار میں ساحل پر کھڑا تھا کہ ایک لکڑی کا بکس اس کے پیروں کے قریب آکر لگا۔ اس شخص نے بکس کھول کر دیکھا تو اس میں پورے ایک ہزار دینار موجود تھے۔ کچھ عرصہ بعد سمندر پر سکون ہوا تو قرض لینے والا شخص وطن آیا اور دوبارہ دینار دینا چاہے تو اس نے جواب دیا کہ تمہارے ایک ہزار دینار تمہارے خط کے ساتھ مجھ کو سمندر کے کنارے مل چکے ہیں۔ اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔

سعدیہ باوزیر بنت عبدالرحمٰن باوزیر
جامعة البنات بارکس

قرآن کریم کا اعجاز

لو انزلنا هٰذا القرآن علیٰ جبل لرأیته خاشعاً متصدعاً من خشیة الله"۔

اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جارہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے۔

اس تمثیل کا مطلب یہ ہے کہ قرآن جس طرح خدا کی کبریائی اور اس کے حضور بندے کی ذمہ داری و جوابدہی کو صاف صاف بیان کررہا ہے اس کا فہم اگر پہاڑ جیسی عظیم مخلوق کو بھی نصیب ہوتا اور اسے معلوم ہوجاتا کہ اس کو رب قدیر کے سامنے اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہے تو وہ بھی خوف سے کانپ اٹھتا لیکن حیرت کے لائق ہے اس انسان کی بے حسی اور بے فکری جو قرآن کو سمجھتا ہے اور اس کے ذریعے سے حقیقت حال جان چکا ہے اور پھر بھی اس پر نہ کوئی خوف طاری ہوتا ہے نہ کبھی اسے یہ فکر لاحق ہوتی ہے کہ جو ذمہ داریاں اس پر ڈالی گئی ہیں ان کے بارے میں وہ اپنے خدا کو کیا جواب دے گا۔ بلکہ قرآن کو سن کر یا پڑھ کر وہ اس طرح غیر متاثر رہتا ہے کہ گویا وہ ایک بے جان و بے شعور پتھر ہے جس کا کام سننا اور دیکھنا اور سمجھنا ہے ہی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "**خیرکم من تعلّم القرآن وعلمه**" تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

قران مجید اس زمین پر اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے یہ ہدی للناس ہے۔ یہ قیامت تک تمام انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے نازل ہوئی ہے اس سے وہ دنیا میں کامیاب اور سرخ رو اور آخرت میں ابدی فوز وفلاح سے ہمکنار ہوسکتے ہیں یہ زندگی کی صراط مستقیم ہے اس دنیا میں انسان کے سامنے مختلف راہیں کھلی ہیں یہ کتاب وہ سیدھا اور سچا راستہ دکھاتی ہے جس پر چلنے والا کبھی بے راہ روی کا شکار نہ ہوگا اور جو اسے چھوڑ کر کوئی دوسری راہ اختیار کرے منزل تک اس کی رسائی ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے "بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور واضح کتاب آگئی ہے اللہ اس کے ذریعے اس شخص کو سلامتی کی راہ دکھاتا ہے جو اس کی مرضیات کی اتباع کرنا چاہے انہیں وہ ظلمتوں سے نکال کر روشنی میں اپنے اذن سے پہنچاتا ہے اور صراط مستقیم کی طرف ان کی ہدایت کرتا ہے۔"

قرآن مجید پیغام بشارت بھی ہے اور انداز و تنبیہ بھی جو لوگ اس کی بتائی ہوئی راہ پر چلیں انہیں وہ خوشخبری دیتا ہے اور جو اس راہ سے منحرف ہوا انہیں وہ آگاہ کرتا ہے کہ وہ ابدی ناکامی سے دوچار ہوں گے۔

یہ قرآن سراسر حق ہے اس میں ذرہ برابر ملاوٹ نہیں ہے اور نہ ہوسکتی ہے۔

ان الذین کفروا بالذکر لما جاء هم فانه لکتاب عزیز لایاتیه الباطل من بین یدیه ولامن خلفه تنزیل من حکیم حمید"

بیشک جن لوگوں نے (اس) ذکر (قرآن) سے اس کے آنے کے بعد انکار کیا (وہ اس کے انجام سے لازماً دوچار ہوں گے) بلاشبہ یہ وہ کتاب ہے جو سب پر غالب ہے، باطل جس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، نازل ہوئی اس خدا کی طرف سے جو حکمت والا اور لائق تعریف ہے"

اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا آسمانی کتابوں میں آج صرف قرآن ہی کو کتاب محفوظ کی حیثیت حاصل ہے یہ اسی طرح پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے جس طرح یہ محمدؐ پر نازل ہوا اور زبان مبارک سے سنا گیا اسے ہر دور میں ہزاروں انسانوں نے حفظ کیا اور وہ ان کی

زبانوں پر جاری ہو گیا یہ روز اول سے ضبط تحریر میں لایا گیا اور دنیا کے گوشے گوشے میں اس کی اشاعت ہوئی اور مسلسل ہو رہی ہے اس میں آج تک ایک حرف کی بلکہ ایک شوشہ کی تبدیلی نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی ہونے کا کوئی امکان ہے یہ کتاب مبین ہے جو عربی میں نازل ہوئی ہے اس کتاب کے پڑھنے سمجھنے اور اس کی ہدایت سے واقف ہونے میں کوئی دشواری نہیں ہے اسی وجہ سے دنیا کا ہر فرد اس کا مخاطب ہے اور اسی وجہ سے وہ کہتا ہے۔

"ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر" "ہم نے قرآن کو نصیحت کیلئے آسان کر دیا ہے، پس ہے کوئی پڑھنے والا۔"

قرآن کا مطالبہ یہ ہے کہ اس کی باتیں خاموشی اور توجہ سے سنی جائیں اس سے اس کی حقانیت واضح ہوگی۔

اللہ کی کتاب کے ساتھ اس کے مخالفین نے حیرت انگیز رویہ اختیار کیا وہ اس کی حقانیت اور صداقت کے ثبوت خود اس کتاب میں تلاش کرنے کی جگہ معجزات کا مطالبہ کرنے لگے حالانکہ یہ کتاب اپنے منفرد زبان و بیان اور بے نظیر تعلیمات میں خود دنیا کا سب سے بڑا معجزہ ہے اس کے بعد کسی دوسرے معجزہ کی کوئی حاجت ہی نہیں ہے۔

قرآن حکیم کلام الٰہی اور آخری آسمانی کتاب ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی نہایت مکمل و جامع ترین خدائی ہدایت نامہ ہے جو کائنات کے تمام علوم و فنون کے اصول و کلیات پر مشتمل اور دینی اور دنیوی تمام مشکلات و مسائل میں ہر زمان و مکاں اور ہر قوم کی رہنمائی کرتا ہے۔ قرآن حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دائمی معجزہ ہے اور اسلوب بیان بلاغت اور غیبی خبروں کی وجہ سے اس کی معجزانہ حیثیت تا قیامت برقرار ہے اس لئے اعجاز قرآن کی پہچان شرعاً واجب ہے۔

قرآن ایک نور ہے جس میں فکر و عمل عقائد اخلاق سماجی معاشی اور سیاسی زندگی کے ہر پہلو میں حق اور سچائی صاف نظر آ جاتی ہے وہ ایک ایسی کتاب ہے جو زندگی کے گوشوں، میدانوں، مرحلوں اور موڑوں میں حق و باطل کو واضح کرنے والی ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی خوشنودی کے طالب ہوتے ہیں سلامتی کی راہیں کشادہ کرتا ہے۔ اور کفر و شرک اور الحاد کی نت نئی اور نوع بنوع تاریکیوں سے نکالتا ہے اور حق کی روشنی میں لے آتا ہے صرف اتنا ہی نہیں بلکہ صراط مستقیم پر گامزن ہونے کے لئے راہ حق کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔ قرآن حق لے کر آیا ہے اور اس حق کی تصدیق کرتا ہے جو پچھلی کتابوں میں صحیح ہے تعلیم کو پیش کر کے ان کی نگہبانی اور حفاظت کرتا ہے اس لئے قرآن پر ایمان رکھنے والوں کو اللہ کا قانون نافذ کرنا چاہئے انسانی قوانین، انسانی خواہشات کے سوا کچھ نہیں ہے اللہ کا قانون چھوڑ کر دوسرے قوانین کا نفاذ ممنوع ہے۔

قرآن کا پیغام پوری انسانیت کے لیے عام ہے قرآن نے خود اپنا یہ تصور پیش کیا کہ وہ ہادی ہے، سراپا رہنمائی زندگی کے ہر پہلو اور تمام بنی نوع انسان کے لیے رہبری ہے۔

قرآن کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم اور صحابیات رضی اللہ عنہا کو بہت زیادہ عشق و شغف ہوتا تھا جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیقؓ بڑے رقیق القلب تھے قرآن پڑھتے وقت آنکھوں میں قابو نہ رکھ سکتے تھے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

ابورافع کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت عمرؓ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہا تھا میں مردوں کی اس آخری صف میں تھا جس کی بعد عورتوں کی صف ہوتی ہے آپؓ سورۃ یوسف پڑھ رہے تھے۔ عمرؓ بلند آواز سے قرآن شریف پڑھتے تھے آپؓ پر ایسا گریہ طاری ہوا کہ مجھے ان کی ہچکیوں کی آواز دور سے سنائی دی۔

حسن بصری سے روایت ہے کہ عمرؓ اپنے رات کے دور میں کبھی کبھی کوئی آیت پڑھتے تو اتنا روتے کہ گر جاتے اور آپ کو گھر میں اتنا ٹھہرنا پڑتا کہ لوگ عیادت کے لئے آتے۔

قرآن مجید اس پر عمل کرنے والوں کو تحت الثریٰ سے اٹھا کر افلاک و ثریا پر پہنچا سکتا ہے اور جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے ان کو منہ کے بل گرا دیتا ہے یہی قرآن مجید جس نے عرب کے خانہ بدوشوں و صحرا نشینوں کو جن کے پاس پیٹ بھرنے کو کھانا تھا نہ تن ڈھانکنے کو کپڑا، کہاں سے کہاں

پہنچا دیا جو ساربان تھے ان کو جہاں باز بنا دیا۔ خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا یہی قرآن مجید ہے جس نے عرب کے بدوؤں کو خانہ بدوشوں کو جن پر دنیا کی توجہ بھی نہ ہوتی تھی انہوں نے قیصر و کسریٰ کے تاج کو پاؤں سے روندا اور ان کے تخت سلطنت پر ایسے بے تکلف بیٹھے جیسے بورے پر بیٹھتے ہیں۔ اور جو قرآن مجید کی ناقدری کرتا ہے وہ اس کو مٹی میں تبدیل کر دیتا ہے یہ اللہ کا بے لاگ قانون ہے یہ دو دھاری تلوار کی مانند ہے حکومتوں کا قانون جب نافذ ہو جاتا ہے تو اس کا احترام لازمی ہو جاتا ہے۔

قرآن کے پانچ حق ہیں۔

۱۔ قرآن پر ایمان لانا۔

۲۔ قرآن کی تلاوت کرنا۔

۳۔ قرآن کو سمجھنا۔

۴۔ قرآن پر عمل کرنا۔

۵۔ قرآن کو دوسروں تک پہنچانا۔

لیکن افسوس کہ آج پوری دنیا میں مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا اصل سبب یہی ہے کہ ہم نے قرآن کو ترک کر دیا ہے ہم قرآن کے بعض احکامات پر تو عمل کرتے ہیں لیکن اکثر احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہیں بلکہ قرآن سے ہماری لاپرواہی کا یہ عالم ہے کہ ہم یہ جاننے کی کوشش بھی نہیں کرتے کہ قرآن میں ہمیں کیا احکامات و ہدایات دیئے گئے ہیں علامہ اقبالؒ نے آج سے نصف صدی قبل اس بات کی نشاندہی کر دی تھی کہ

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

دین اسلام کی بنیاد قرآن ہے اور قرآن اپنے دعوے کی بنیاد علم پر رکھتا ہے علم کا تعلق عقل و شعور سے ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن قدم قدم پر جو علم اور عقل فہم و بصیرت سے کام نہیں لیتے ان کے بارے میں حکم صادر فرماتا ہے کہ یہ ایسے ہیں جیسے چوپائے کہ کسی نے چوپاؤں پر کتاب کا ڈھیر لاد دیا۔

لیکن آج ہمارا بھی یہی حال ہی کہ ہم قرآن تو پڑھتے ہیں لیکن اس کو سمجھتے نہیں ہیں۔

اسی لیے علامہ اقبالؒ نے قرآن کو مظلوم کہا وہ لکھتے ہیں:۔

دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم کتاب قرآن ہے کہ مسلمان اسے بے سمجھے پڑھتے ہیں۔ دنیا کی شاید ہی کوئی کتاب ہو جس نے قرآن سے زیادہ اس بات پر زور دیا ہو کہ اس کا حقیقی فائدہ صرف اسی صورت میں حاصل کیا جا سکتا ہے جب اسے پورے غور اور تدبر کے ساتھ پڑھا جائے لیکن یہ عجیب ماجرا ہے کہ یہی ایک کتاب ہے جو ہمیشہ دماغ بند کر کے پڑھی جاتی ہے معمولی کتاب بھی پڑھنے کی لیے لوگ کھولتے ہیں تو اسے سمجھتے اور پڑھتے وقت اپنے دماغ کو حاضر رکھتے ہیں لیکن قرآن کے ساتھ لوگوں کی یہ انوکھی روش ہے کہ جب اس کو پڑھنے کا ارادہ کرتے ہیں تو بالعموم سب سے پہلے اپنے دماغ پر پٹی باندھ لیتے ہیں۔

لہٰذا آج ضرورت ہے کہ قرآن سمجھ کر پڑھا جائے آنکھیں کھول کر پڑھا جائے تاکہ اپنے آپ میں قرآن فہمی کا شعور پیدا ہو اللہ تعالیٰ نے قرآن مبین کو جن معنوں میں نور کہا ہے ان معنوں میں اس سے ظلمات کو دور کرنے کی جہت میں لگ جائیں۔

مسلمانوں میں سے کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قرآن صرف علماء کے سمجھنے کے لیے ہے مگر یہ خیال نہ صرف غلط اور بے بنیاد ہے بلکہ قرآنی علم، قرآنی بصیرت اور قرآنی ہدایت سے لوگوں کو محروم رہنے کا سبب بھی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص کو یہ تاکید کی ہے کہ اللہ کی اس آخری کتاب کو پڑھے سمجھے اور اس پر عمل کریں، یہ تاکید ہر شخص کو ہے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم عالم ہو، غیر عالم مرد ہو یا عورت، جوان ہو یا بوڑھا، بڑے ہو یا چھوٹے کیوں کہ یہ عوام الناس کے لیے باعث ہدایت ہے۔ بھلا یہ صرف علماء کے سمجھنے کے لیے کیوں ہو، واقعہ یہ ہے کہ قرآن بیان للناس ہے اور متقین کے لیے ہدایت ہے لہٰذا ہر شخص کو نیک نیتی کے ساتھ اس سے استفادہ کرنے کا حق حاصل ہے قرآن کا یہی اولین اور بنیادی مقصد ہے اور اسی مقصد کے حصول کے لیے اس قوم کی کایا ایک آن میں پلٹ دی جو برسوں سے جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہی تھی۔

☆☆☆

مولانا ذاکر خلیل قاسمی

معاشرتی بگاڑ کا حل تعلیماتِ رسولؐ کی روشنی میں

اس تہذیب وکلچر کے مسابقتی دور میں جہاں مغربی دنیا اسلام اور اس کے پیروکاروں کو مٹانے اور انہیں اپنی حیوانی تہذیب اور مذہبی رنگ میں رنگنے کی مسلسل جدوجہد کررہی ہے۔ اسلامی معاشرہ کو بگاڑنے کے لئے مغربی میڈیا اپنی تمام تر کوششیں صرف کررہی ہے۔ مسلمانوں کی بنیادی عقائد، زرین اصول، اسلامی تہذیب وتمدن اور کتاب ہدایت کونشانہ بنایا جارہا ہے۔ ہمارا معاشرہ آج مغربی تہذیب سے بڑی حد تک اور بہت تیزی کے ساتھ متاثر ہورہا ہے۔ کسی بھی قوم پر تہذیبی یلغار براہ راست اس کے مذہبی عقائد، دینی امتیازات اور اس کی روایتی تہذیب وتمدن پر حملہ ہوتا ہے۔ یورپی ممالک جنسی بے راہ روی کو عام کرنے اور دولت و ثروت کے حصول کی خاطر طرح طرح کے ہتھکنڈے اپنارہے ہیں۔ مسلم معاشرے میں اسکولوں، کالجوں، صنعتی اداروں اور رفاہی کاموں کے نام پر بے دینی، بے حیائی اور ہر قسم کے جرائم کو عام کرنے کے لئے سعی پیہم کررہے ہیں۔ اس کے علاوہ خود کاشت خرابیاں بھی ہمارے معاشرے میں کم نہیں ہیں۔ شرک وبدعت، جھوٹ، نفاق، غیبت چغل خوری، تلک، وجہیز، گھوڑے جوڑے کی رقم، شراب، قماربازی، سود ورشوت، بے پردگی وبے حیائی، عریانیت، فحش لٹریچر اور سینما بینی، غیر شرعی کاروبار، غیر اسلامی کھیل کود، فرائض وواجبات اور سنت نبوی سے دوری اور معاصی ومنہیات کا کھلے طور پر ارتکاب، ان ساری چیزوں نے ہمارے معاشرے کو کھوکھلا کردیا ہے اور ہمارا معاشرہ ایک بار پھر اسی خرابی اور بگاڑ کی طرف لوٹ چکا ہے جن کی اصلاح کے لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تھا۔

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے دین حنیف کی نشر واشاعت اور تبلیغ وترویج اور اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے ایک دو نہیں، ہزار دس ہزار نہیں، بلکہ ایک سوا لاکھ کے قریب پیغمبروں کا تانتا لگادیا۔'' (ردالمختار/۱۸۹)

جب بھی کسی قوم اور کسی امت میں فساد اور بگاڑ آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کی اصلاح اور معاشرے، ماحول اور سوسائٹی کی درستگی کے لئے کسی نہ کسی نبی اور رسول کو مبعوث فرمایا۔ امت محمدیہؐ کے ساتھ بھی کچھ اسی طرح کا معاملہ ہوا۔ آج سے چودہ سو سال قبل انسانی معاشرے پر نظر ڈالئے۔ تو معلوم ہوگا کہ اس وقت انسانی بدبختی، اخلاقی گراوٹ اور معاشرتی خرابی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ ساری انسانیت نہ صرف مختلف قسم کے مسائل میں گھری ہوئی تھی بلکہ خودکشی کا سامان فراہم کرچکی تھی۔

قرآن کریم نے **"وکنتم علی شفا حفرۃ من النار"** (آیت ۱۰۳۔ پ ۴ آل عمران) کی مختصر مگر جامع تعبیر کے ذریعہ اس دور کا نقشہ کھینچا ہے۔ غرض کہ زمانہ جاہلیت میں وہ کونسا مسئلہ تھا جو انسانیت کے لئے ناسور نہ بنا ہوا ہو، انسانی زندگی کا وہ کونسا پہلو تھا جس سے انسانیت رسوا نہ ہوئی ہو، معاشرتی بگاڑ کا وہ کونسا عنصر ہے جو اس وقت موجود نہیں تھا۔ ایسے پر آشوب، تاریک اور انسانیت سوز ماحول میں نبی آخرالزماں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ آپؐ نے صرف ۲۳ سال کے مختصر سے عرصے میں انسانی دنیا اور تمام بنی نوع انسانی کی ہدایت کے لئے وہ عظیم انقلاب برپا کردیا کہ تاریخ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ عقائد کی تصحیح بھی کی اور اعمال کی تطہیر بھی، معاشرہ اور سوسائٹی کو رزائل سے پاک بھی کیا اور عرب کے بدوؤں کو درس انسانیت دے کر مصلح انسانیت بنادیا بلکہ انہیں تمام اقوام کے لئے آئیڈیل اور نمونہ بنادیا۔ پھر ان سے رشد وہدایت کے وہ چشمے پھوٹے جس نے سسکتی، کراہتی انسانیت کو سیراب کردیا۔

آج ہمارا معاشرہ ایک بار پھر دور جاہلیت کی طرف لوٹ رہا ہے۔ زمانہ جاہلیت کی تمام خرابیاں ہماری سوسائٹی میں موجود ہیں۔ نت نئے دن جاہلی عادات واطوار نیا لبادہ اوڑھ کر سامنے آرہے ہیں۔ دور جاہلیت کا وہ کونسا بگاڑ ہے جس کی ترقی یافتہ شکل موجودہ معاشرے میں نہ پائی جاتی ہو۔ آج پھر انسانیت مسائل کے دلدل میں پھنس چکی ہے۔ اب ان مسائل سے نمٹنے کے لئے جو ہمارے معاشرے کو تباہ کررہے ہیں۔ ایک ہی نسخہ کارگر ہوسکتا ہے اور وہ نسخہ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس میں ہر قوم و ملت اور ہر ماحول ومعاشرہ کی کامیابی کا راز پنہاں ہے۔ دین اسلام کی بقاء وسلامتی اور معاشرے کی اصلاح کے لئے دراصل سیرت نبویؐ ہی ہمارے لئے بہترین اسوہ ہے، جو ایک کامل ومکمل اور جامع نظام العمل ہے، جس کی روشنی میں دنیا کی تمام قومیں اپنی صلاح کا سامان فراہم کرسکتی ہیں۔ آپؐ نے امت کی اصلاح اور جہالت کے خاتمہ کے لئے کون سا طریقہ اختیار کیا اور کونسی راہ اپنائی وہ سب کے سب کتب سیر اور خود کتاب اللہ کے صفحات پر موجود ہیں، جو ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجوا اللہ و الیوم الاخر و ذکر اللہ کثیرا۔"** (آیت: ۲۱ پارہ ۲۱ سورہ الاحزاب)

ترجمہ: یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ اس شخص کے لئے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر امید رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سات مہلک امور سے اجتناب کرو۔ (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) جادو ٹونا کرنا۔ (۳) بلاجرم کسی کو قتل کرنا۔ (۴) سود کھانا۔ (۵) یتیم کا مال ہڑپ کر جانا۔ (۶) میدان جنگ سے بھاگ جانا۔ (۷) پاک دامن مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔

اللہ کے رسولؐ نے تمام امتیوں کو ایک جامع ہدایت فرمائی جس میں شرک اور دوسرے گناہوں سے امت کو بچانے کے لئے ان منہیات سے بچنے کا حکم فرمایا۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد نبوی ہے: ''اپنے گھروں کو قبر مت بناؤ۔ اور نہ میری قبر کو عیدگاہ بناؤ۔ مجھ پر درود بھیجا کرو۔ تم جہاں سے درود پڑھوگے وہ مجھ تک پہنچ جائے گا۔ (ابوداؤد)

آپؐ نے شراب، جوا، کفر ونفاق اور سود وغیرہ کی حرمت بیان کرکے ان اعمال کے ارتکاب کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم بتایا۔ ان امور سے متعلق نازل شدہ آیات کی توضیح وتشریح کرکے امت ان سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ ہمارے معاشرے میں آج پھیلی ہوئی کچھ خرابیاں ایسی ہیں جن کی طرف چودہ سو سال پہلے قرآن حکیم نے اشارہ کرکے ان کی ممانعت کی تھی۔ ارشاد باری ہے: **''یا ایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم و لا تجسسوا و لا یغتب بعضکم بعضا۔ ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ۔ و اتقوا اللہ ان اللہ تواب الرحیم۔"** (آیت ۱۲۔ پارہ ۲۶۔ سورت الحجرات)

ترجمہ: ''اے ایمان والو: بچتے رہو بہت تہمتیں لگانے سے۔ بے شک بعض تہمت گناہ ہے اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو، بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسی کو کہ کھائے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو۔ سو گھن آتی ہے تم کو اس سے اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔''

ان ساری وجوہات کی وجہ سے آج معاشرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے سے ہٹ چکا ہے۔ ہمارے دینی اور روحانی جذبات سرد پڑ چکے ہیں۔ عفت وعصمت کی کوئی قیمت باقی نہیں رہ گئی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کی دنیا فسق و فجور کی دنیا بن کر رہ گئی ہے۔ حالانکہ عفت و عصمت کتنی اہم اور ضروری صفت ہے جس سے ایک لحہ کے لئے بھی صرف نظر جائز نہیں ہے۔ مسلمان عورتوں سے جن باتوں پر بیعت لینے کا حکم تھا، ان میں یہ بات سرفہرست تھی کہ وہ بدکاری نہ کریں گی اور اپنی عفت وعصمت کے پاکیزہ دامن پر دھبہ نہ

آنے دیں گی۔ احادیث میں بکثرت واقعات مذکور ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف پیرایہ میں معاشرے کی اصلاح اور لوگوں کی عفت وعصمت اور اخلاق حسنہ کی تعلیم فرمائی اور ایسا ماحول پیدا کیا کہ لوگ اس عفت وعصمت کی قدر کریں اور اس کا مکمل پاس ولحاظ رکھیں، جو اخلاق حسنہ اور عزت وعظمت کی جان ہے۔ شاہِ روم ہرقل نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا کہ وہ تم لوگوں کو کیا بتاتے ہیں اور کن چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں؟ اس وقت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ''ہرقل'' سے کہا تھا، حالانکہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ اس وقت تک مشرف باسلام بھی نہیں ہوئے تھے۔ "یامرنا بالصلاۃ والصدقۃ والعفافۃ و الصلۃ۔" (بخاری) ترجمہ: آپ ہمیں نماز، صدقہ، عفت اور صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں۔ عفت اور پاک دامنی اتنی اہم چیز ہے کہ اس کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول دن سے دی، تاکہ معاشرے میں کوئی خرابی پیدا نہ ہونے پائے، کبھی آپؐ نے عفت پر ظل رحمانی کی خوشخبری دی تو کبھی عفت کے لئے جنت کی ضمانت۔'' (اسلام کا نظام عفت وعصمت: صفحہ ۸۰-۸۱-۸۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی ان لوگوں کے لئے سخت وعید بیان فرمائی ہے جو بچوں کے سادہ ذہنوں اور مسلمانوں کے دلوں میں بے حیائی اور بے دینی نقش کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ فحش اور عریاں تصاویر شائع کرکے اسلامی معاشرہ کی شبیہ بگاڑ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین آمنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا و الآخرۃ واللہ یعلم و انتم لا تعلمون۔" (سورہ نور ۱۹)

ترجمہ: جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کو دنیا اور آخرت میں دکھ دینے والا عذاب ہوگا اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔ یہ آیت کریمہ ایک معجزہ ہے، جو ایک خاص پس منظر میں نازل ہوئی تھی مگر آج ہم اس آیت کی تفسیر دیکھ رہے ہیں۔ آج اس کی موجودہ شکل ٹیلی ویژن، انٹرنیٹ اور ریڈیو اور ناول ہے۔ جس نے اہل ایمان میں فواحش اور منکرات کو عام کرنے کے لئے کمر کس لیا ہے۔

تلک اور جہیز ایک مہلک بیماری ہے جس نے بڑی مضبوطی کے ساتھ ہمارے معاشرے میں اپنا چنگل گاڑ دیا ہے۔ اس کی وجہ سے ہماری پاک دامن بہنوں کی زندگی اجیرن بن گئی ہے۔ اس کا اندازہ صرف اس ایک واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ ایک ہفت روزہ اخبار کے مدیر کے نام جہیز کے مطالبہ کی ستائی ہوئی چند بیٹیوں نے ایک خط بھیجا، جس میں انہوں نے مشترکہ طور پر احتجاجی انداز میں جو لکھا وہ رونگٹے کھڑے کردینے والا ہے۔ وہ لکھتی ہیں۔ ''ہم کنواری لڑکیاں جہیز نہ ہونے کی وجہ سے اب تک شادی کی نعمت سے محروم ہیں خدا کی قسم برائی سے بچنا مشکل ہوگیا ہے۔ مسلم نوجوانوں کو ہمارا یہ پیغام دیجئے کہ ہم کب تک تمہاری عزتیں سنبھال کر بیٹھیں۔ خدارا اس غفلت سے نکل کر اپنی عزتوں کی حفاظت کرو۔ اگر جہیز ہی کی بات ہے تو تمہیں شادیوں کے بعد جہیز تو مل جائے گا لیکن کنواری بیویاں نہیں ملیں گی۔ خدا کے لئے اس جہیز کی رسم کو توڑ کر اپنا مسلم ہونا ثابت کرو۔ مولوی صاحب! ہمارے لئے دعا کیجئے گا کہ خدا ہمیں ثابت قدمی نصیب فرمائے۔''

لہٰذا اس بگڑے ہوئے معاشرے کی اصلاح کے لئے ضروری ہے مسلم بچوں اور قوم کے ناخواندہ افراد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے آراستہ کیا جائے۔ اسلامی عقائد ان کے قلوب میں راسخ کئے جائیں اور اسلامی تہذیب وتمدن کی افادیت واہمیت ان کے قلوب میں بٹھادی جائے تو انشاء اللہ ہمارا معاشرہ کبھی بھی اسلام مخالف سازشوں سے متاثر نہیں ہوگا اور اس کاوش پر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مستحق ہوں گے اور عند اللہ ماجور بھی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔

●●

مفتی ابوانس قاسمی
استاذ حدیث دارالعلوم سبیل السلام

عورتوں پر ظلم نہ کیجئے

اسلام نے تمام مخلوق کے ساتھ ہمدردی اور نیک برتاؤ کا حکم دیا ہے، مسلمان ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا مالدار ہو یا غریب، ہر سطح کا انسان اللہ تعالیٰ کی نظر میں محبوب اور پسندیدہ ہے اس کے ساتھ ظلم ناانصافی، بے مروتی اور ایذا رسانی کا عمل انتہائی مذموم اور موجب غضب الٰہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ساری مخلوق اللہ کی عیال ہے، لہٰذا اللہ کے نزدیک سب سے پیارا بندہ وہ ہے جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئے''۔ مخلوق (اللہ کی پیدا کی ہوئے چیز) میں انسان کے علاوہ جاندار اور غیر جاندار چیزیں بھی داخل ہیں، ان تمام کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے چنانچہ اسلام میں یہ ناپسندیدہ ہے کہ ہرے بھرے درخت، پیڑ پودوں کو بھی بلاوجہ اکھاڑا جائے یا اس کی ٹہنیوں کو تراشا جائے، بے زبان جانور کو ستانے اور تکلیف دینے پر بھی سخت وعید سنائی گئی ہے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندگی عطا کی ہے مگر وہ انسان کے خدمت گزار اور تابع ہیں، اگر انہیں کوئی مارنا چاہے، بھوک اور پیاس سے تڑپانا چاہے تو انسان کو یہ قدرت بھی حاصل ہے تاہم ان جانوروں کی آہیں آسمان تک پہنچتی ہیں اور بندوں کے مستقبل کو ویران کردیتی ہیں اور انہیں یہ نہیں معلوم کہ یہ تباہی ہمارے کس عمل کا نتیجہ ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خاص خلیفہ حضرت ڈاکٹر عبد الحیؒ کے بیان کے مطابق ایک دن پیرانی صاحبہ (حضرت تھانوی کی بیوی) نے حضرت حکیم الامت سے فرمایا کہ کل میں ایک رشتہ داری میں جارہی ہوں، آپ میری مرغیوں کو آٹھ بجے کھول دیجئے اور تھوڑا سا دانہ دے دیجئے اور پانی پلادیجئے، اب حکیم الامت ڈیڑھ ہزار کتابوں کے مصنف، وہ کیا جانیں مرغیوں کو کھولنا، دانہ پانی دینا، حضرت بھول گئے خانقاہ میں آگئے، اندازاً ساٹھ خطوط روزانہ آتے تھے ان میں بڑے بڑے علماء کے خطوط ہوتے تھے، اب جواب لکھنا چاہتے ہیں تو کوئی جواب نہیں آتا، تفسیر بیان القرآن لکھنا چاہتے ہیں تو کوئی مضمون نہیں آتا، قلم رک گیا دل میں اندھیرا آرہا ہے، پھر اللہ سے روئے کہ اے اللہ اشرف علی سے کیا غلطی ہوگئی، آپ مجھے اس پر تنبیہ فرمادیں تاکہ میں اس سے توبہ کرلوں، دل میں آواز آئی کہ اے اشرف علی تم نے میری ایک مخلوق کو بند کررکھا ہے، مرغیاں گھبرارہی ہیں، آٹھ کے بجائے نو بج چکے ہیں، ایک گھنٹہ سے وہ بے چین ہیں میری ایک مخلوق تمہاری وجہ سے تکلیف میں ہے پھر تم کو علوم کیسے دیئے جائیں، ایسی حالت میں تم سے سرکاری کام کیسے لیا جائے گا، جاؤ جلدی سے مرغیوں کو کھولو، حضرت دوڑے، خانقاہ سے جاکر تمام مرغیوں کو کھولا اور جلدی سے دانہ دیا اور پانی پلایا اور جب لوٹ کر آئے تو سارے علوم پھر جاری ہوگئے۔

(حقوق النساء صفحہ ۲۶ ب)

مرغیوں کو تکلیف پہنچ جانے سے جب فیضان رحمت کا سلسلہ رک گیا تو انسانوں اور اللہ کے نیک بندوں کو ستانے اور تکلیف پہنچانے سے کس قدر اللہ کا غضب نازل ہوگا، خاص طور پر ان لوگوں کو سوچنا چاہئے جو بات بات پر اپنی بیویوں کو گالی گلوج، مار پیٹ اور اس سے بھی آگے بڑھ کر ظلم کی مختلف صورتیں اختیار کرتے ہیں، عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے مرد کے تابع بنایا ہے اسی کے ساتھ حسن معاشرت، نیک

برتاؤ اور حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے، ارشاد باری ہے، "وعاشروھن بالمعروف" اور بیویوں کے ساتھ خوش اسلوبی سے گزر بسر کیا کرو۔" (النساء: آیت ۱۹) خوش اسلوبی اور معروف طریقہ پر زندگی گزارنے میں کئی چیزیں داخل ہیں مثلاً مکمل مہر ادا کرنا، اپنی حیثیت کے مطابق نان ونفقہ دینا، بلا کسی وجہ مارنے اور تیوری چڑھانے سے پرہیز کرنا، گالی گلوج، تکلیف دہ گفتگو اور ترش زبان سے پیش نہ آنا، اپنی بیوی کے علاوہ دوسری عورتوں کی طرف مائل نہ ہونا اور ان کے علاوہ وہ تمام حرکتیں جو بیوی کے لیے باعث اذیت بنیں، ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔

حضرت عکرمہؓ کا قول علامہ سیوطیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ حسن معاشرت سے مراد اچھی صحبت (رہن سہن) اچھا لباس اور اچھا کھانا فراہم کرنا ہے۔ (الدر المنثور: ۲/۴۶۵) واضح رہے کہ اچھا لباس اور اچھا کھانا میں مرد کی حیثیت معتبر ہوگی، اگر شوہر کی آمدنی کم ہے تو معیاری اور اعلیٰ طرز کے کھانے کپڑے کا مطالبہ بیوی کی جانب سے درست نہیں ہے، اسی طرح اگر آمدنی زیادہ ہو تو شوہر کے لیے جائز نہیں ہے کہ کھانا، کپڑا اور دیگر معاملات میں تنگی پیدا کرے بلکہ عرف عام میں اس حیثیت کے لوگوں کے کھانے اور رہنے سہنے کا جو طرز ہوتا ہے اسے اختیار کیا جائے اور اعتدال وتوازن کے ساتھ بیوی کو خوش رکھنے کی ترکیب وتدبیر پر عمل کرنا چاہئے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کمالات اشرفیہ میں ایک حق بیویوں کا بھی لکھا ہے کہ ہر ماہ ان کو کچھ جیب خرچ دے دو اور پھر اس کا حساب نہ لو تم نے کہاں خرچ کیا اللہ نے جس کو جتنا دیا ہے اسی اعتبار سے کچھ ماہانہ مقرر کردیں، اگر دس ہزار روپے کی آمدنی ہے تو ایک روپیہ مت پکڑائیے پچاس یا سو روپے دے دیجئے بلکہ زیادہ دیجئے اور دے کر بھول جایئے اور اس سے کہہ دیجئے کہ تم کو اختیار ہے کہ جہاں چاہو خرچ کرو، اس کا میں کوئی حساب نہیں لوں گا، یہ ماہانہ جیب خرچ اس کا حق ہے کیوں کہ وہ مجبور ہے، کما نہیں سکتی، اس کا جی چاہتا ہے کہ میرا بھائی آیا ہے غریب ہے اس کو ہدیہ دے دوں اگر اس کے پاس کچھ نہ ہوگا تو کہاں سے دے گی اس لئے اس کی جذبات وخوہشات کی رعایت ہے، ساری زندگی آپ کے ساتھ پابند ہے رفیقۂ حیات ہے، آپ کے دروازہ سے باہر نہیں جاسکتی، ساری زندگی تمہارا ساتھ دے رہی ہے اس لئے ہر طرح سے اس کی راحت وآرام کی رعایت ضروری ہے۔

(حقوق النساء صفحہ ۵۰)

ریاض الصالحین، احادیث نبوی کا اہم اور منتخب مجموعہ ہے، اس میں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے تحت عورتوں کے حقوق کا ذکر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اللہ کی تعریف اور ثنا بیان کی اور فرمایا کہ عورتوں کے ساتھ بھلائی کرو، وہ تمہارے یہاں بطور قیدی کے ہیں، اس کی سوا تم ان کی کسی چیز کے مالک نہیں کہ اگر وہ غلطی کر بیٹھیں تو ان سے الگ رہو اور ان کو ایسا مارو کہ ان کو تکلیف نہ ہو، پس اگر وہ مان لیں تو ان پر کوئی تکلیف نہ ڈالو اور سن لو کہ تمہاری بیویوں پر تمہارا حق ہے اور تمہاری بیویوں کا تم پر حق ہے، تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ تمہارے بستروں پر ان کو نہ بٹھائیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں ان کو نہ بلائیں جن کا آنا تمہیں ناپسند ہو اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ ان کے کھلانے پلانے میں بھلائی کرو۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت معاویہ بن حیدہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہماری بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے آپؐ نے فرمایا کہ جب تم کھاؤ تو ان کو بھی کھلاؤ اور جب پہنو تو ان کو بھی پہناؤ اور ان کے منہ پر نہ مارو اور انہیں گالیاں نہ دو اور ان کو نہ چھوڑو مگر گھر میں۔

(ریاض الصالحین صفحہ ۱۴۲)

یہ ایک حقیقت ہے کہ دور حاضر میں عورتوں کے ساتھ ظلم، حق تلفی اور ناانصافی

کی مختلف صورتیں اختیار کی جارہی ہیں، وراثت سے لڑکیوں کو محروم کرنے کا عام مزاج ہے گویا یہ تصور قائم کرلیا گیا ہے کہ جائداد صرف مردوں ہی کی لئے خاص ہے لڑکیوں کو جہیز کی شکل میں شادی کے وقت جو دیا گیا وہی ان کے لئے کافی ہے اور وہی ان کا حق بھی ہے، جب کہ قرآن مجید میں نظام وراثت میں عورتوں کے مختلف جہتوں سے حصص بیان کئے گئے ہیں اور ساتھ ہی وراثت کی سخت تاکید کی گئی ہے، اسی طرح مہر کی ادائیگی میں بھی مردوں نے غفلت سے کام لیا ہے، نکاح کے وقت رسمی طور پر مہر کی تعیین کردی جاتی ہے لیکن پوری زندگی اس دین (قرض) کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں دیجاتی، عورت شوہر کے تحت زندگی گزارنے کی وجہ سے دیئے گئے اخراجات کو اپنے لئے احسان سمجھتی ہے، پھر شوہر کی ترش روئی کے خوف سے وہ اپنا حق مہر کیوں کر مطالبہ کرے، اس طرح بیویوں پر ظلم کا ایک سلسلہ ہے جس کا احساس بھی ہوجائے تو غنیمت...... اس سے بھی آگے بڑھ کر بیوی کی معمولی غلطی پر جھڑکنے، ڈانٹنے اور احسان جتانے کا عام معمول ہے، اگر گھر سے باہر تجارت، ملازمت یا کسی بات پر غصہ آگیا تو اس نزلہ کا شکار بیچاری گھر کی عورتیں ہوتی ہیں اور اگر رنگ کے اعتبار سے جاذب نظر نہیں تو پھر الامان والحفیظ، قدم قدم پر مار پیٹ اور طلاق کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ صبح شام تک ان ہی کے کاموں میں بیوی مصروف رہتی ہے مگر شوہر کے دل آسودہ نہیں ہوتے، اندر سے ان کی طرف دل کا میلان، محبت وچاہت جس کی ہر عورت خواہش مند رہتی ہے ان کو نصیب نہیں کیا مرد کی حاکمیت کا یہی مطلب ہے۔؟

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب (پاکستان) نے ایک موقع پر فرمایا کہ ایک صاحب نے محض اس لئے کہ بیوی کالی کلوٹی تھی، صورت خراب تھی محض نفس کی ہوس کی وجہ سے چھ بچوں کی ماں ہونے کے باوجود اس کو طلاق دے دی، کہا میری ماں نے غلطی کردی تھی میرا اس سے گزارہ نہیں ہوگا، ہم اب بہت خوبصورت لڑکی سے شادی کریں گے، بیوی نے بہت منت سماجت لیکن شوہر نے خوبصورت بیوی کے جنون میں تین طلاق دے دی جب وہ چھ بچوں کو لے کر نکلی ہے تو اس نے آسمان کی طرف ایک نظر ڈالی اور بر زبان حال یہ شعر پڑھا:

ہم بتاتے کسے اپنی مجبوریاں
رہ گئے جانب آسماں دیکھ کر

اس کی بعد شوہر نے بہت خوبصورت عورت سے شادی کی، چھ مہینے نہیں گزرے تھے کہ فالج گر گیا دس سال تک زندہ رہے بستر پر پیشاب پاخانہ کرتے رہے اور لڑکی بھی بھاگ گئی کہ ایسے سے میرا گزارہ کیسے ہوسکتا ہے۔ (حقوق النساء صفحہ ۳۵)

انسان اگر چاہے کہ میرے منشاء کے عین مطابق مجھے رفیقۂ حیات ملے تو شاید یہ امید برآور نہ ہو، کسی نہ کسی اعتبار سے نقص اور کجی پائی جائے گی، ایسے وقت صبر سے کام لینا چاہئے، اور بیوی کی صفات اور خوبیوں پر نظر رکھتے ہوئے اس کی خطاؤں کو درگزر اور معاف کردینا چاہئے، ممکن ہے کہ یہی عورت اس کے لئے مستقبل میں آرام وسکون کا سبب بن جائے، اسی طرف قرآن کریم میں اشارہ کیا گیا ہے۔ "اگر وہ تمہیں ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم ایک شے کو ناپسند کرو اور اللہ اس کے اندر بڑی بھلائی رکھ دے۔" (النساء: ۱۹)

حضرات علماء اور اہل نظر نے بیویوں پر ظلم سے بچنے کی ایک بہترین ترکیب یہ بتائی ہے کہ جب کسی بات پر بیوی پر غصہ آئے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اگر اس کی جگہ میری بیٹی ہوتی تو کیا میرا دل گوارا کرتا کہ میرا داماد ایسے وقت میری بیٹی کو مارے، پیٹے، یا گالی گلوج کرے، یہ بھی کسی نہ کسی کی بیٹی اور لخت جگر ہے، اس کے ساتھ ہمیں بھی ویسا ہی معاملہ کرنا چاہئے جیسا کہ ہم اپنے داماد سے بیٹی کے بارے میں خیال کرتے ہیں، اگر یہ تصور ذہن میں آجائے تو بے شمار حق تلفیوں اور مظالم سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

●●

لمحے کو زندگی کے لئے کم نہ جانئے
لمحہ گزر گیا تو سمجھئے صدی گئی

اگر انسان کے پاس ایک روٹی ہو اور خود اس کو اور اس کے بچوں کو فاقہ درپیش ہو تو بچوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالنے کی غلطی کبھی نہیں کرے گا، اگر ایک مسافر کے پاس پانی کی ایک ہی چھاگل ہو اور اس کو صحرا کا سفر درپیش ہو تو وہ اس پانی کو پاؤں دھونے پر کبھی ضائع نہ کرے گا، بلکہ اس کا ایک ایک قطرہ اپنی زندگی بچانے کے لئے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے گا۔ اگر کسی کے ترکش میں ایک ہی تیر ہو اور راستے میں اسے شیر یا بھیڑیے سے دوچار ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ یہ حماقت کبھی نہیں کرسکتا کہ وہ اس ایک ہی تیر کو گیدڑوں اور لومڑیوں کے شکار پر ضائع کردے، بلکہ وہ اس کو اصل خطرہ کی مدافعت کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کرے گا۔

لیکن حیرت ہے کہ وہی انسان جو اپنی ایک روٹی، اپنے ایک چھاگل پانی اور اپنے ترکش کے ایک تیر کے مصرف کو متعین کرنے میں اتنا محتاط ہے جب اس کے سامنے خود اپنی زندگی جیسی بیش بہا قیمتی چیز کے مصرف کے متعین کرنے کا سوال آتا ہے تو وہ بالکل ہی نادان بن جاتا ہے، وہ اشرفیاں تو لٹاتا ہے اور کوئلوں کو جمع کرتا ہے جواہرات دیتا ہے اور سنگ ریزے خریدتا ہے، کانٹوں کو چنتا ہے اور پھولوں کو پھینک دیتا ہے جو ظاہر ہے کسی عقلمند اور دانا کا یہ کام نہیں۔ کاش اپنے وقت کی قیمت کو پہچانتا۔

ایک بڑی بھول

ایک شخص جب اپنی زندگی کا بیمہ کرالیتا ہے تو وہ مطمئن ہوجاتا ہے میں نے اپنے مستقبل کا انتظام کرلیا" وہ سوچتا ہے: "اب خواہ میری زندگی معمول کے مطابق گذرے یا میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آجائے، ہر حال میں یہ بیمہ میرا مددگار ہوگا، حتیٰ کہ اگر میں بچوں کو قابل کار بنانے سے پہلے اچانک مرجاؤں تب بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ میرے وارثوں کو اتنی رقم مل جائے گی کہ وہ اپنی زندگی کو اطمینان بخش طور پر جاری رکھ سکتے ہیں۔"

مگر کیا یہ کافی ہے؟ مستقبل کا مسئلہ کیا صرف حادثہ یا بڑھاپے کا مسئلہ ہے؟ اس کے سوا کوئی مسئلہ نہیں؟ اس انداز پر وہی لوگ سوچ سکتے ہیں جو زندگی کو صرف دنیا کی زندگی سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک یہی دنیا زندگی کا آغاز ہے، اور یہی اس کا انجام ہے، حال اور مسبقبل سب اسی دنیا میں ہے، مگر یہ بہت بڑی بھول ہے حقیقت یہ ہے کہ مستقبل کا سوال صحیح معنوں میں آخرت کا سوال ہے، پیدائش سے موت تک کی ہماری موجودہ زندگی حال ہے اور موت کے بعد جو زندگی شروع ہوتی ہی وہی اصل مستقبل ہے۔ کوئی بیمہ پالیسی اس حقیقی مستقبل میں کام نہیں آسکتی۔ جس طرح ایک ملک کا کاغذی نوٹ دوسرے ملک میں بے کار ہوتا ہے اسی طرح دنیوی تحفظات آخرت کی زندگی کے لیے بے کار ہیں۔

دنیا کے مستقبل میں جو چیز کام آتی ہے وہ روپیہ ہے اس لیے لوگ اس کے لیے روپیہ جمع کرتے ہیں بیمہ پالیسی اس کی لیے روپیہ ذخیرہ کرنے کی ایک صورت ہے مگر آخرت میں جو چیز کام آئے گی وہ آدمی کی نیکیاں ہیں۔

یاد رکھیے زندگی صرف ایک بار ملتی ہے اور وہ بھی بچپن میں ہم ناواقف ہوتے ہیں اور بڑھاپے میں ناکارہ، اب صرف جوانی کے دس بیس سال ہیں جن میں کوئی شخص حقیقتاً کوئی کام کرسکتا ہے، جوانی کے حوصلے

اور جوانی کی قوتیں اگر کسی کو دیوانہ نہ بنائیں تو یہی وہ وقت ہے جب کہ زندگی کی تعمیر اور حصول نیکی کا بہترین کام انجام دیا جاسکتا ہے۔ زندگی ایک نعمت ہے مگر یہ انہیں کے لیے نعمت ہے جو اس کو سمجھیں اور ہوش وحواس کے ساتھ اس کو استعمال کریں، جنہوں نے بے سمجھے زندگی گذاردی اور اصل مستقبل پر نظر نہیں رکھی ان کے لیے زندگی ایک المیہ کے سوا اور کچھ نہیں۔

کیا اسی کا نام وفاداری ہے؟

ڈاکٹر حمید بن فلاپ مراکشی اور محمد اقبال لبنانی نے تحقیق کے بعد بتایا کہ ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۸ء کے دوران آزادیٔ تحریر وتقریر کے علمبردار ملک امریکہ نے مخالف اسلام موضوعات پر ۲۵/ ہزار کتب، ۳۰ ہزار رسائل اور ۶۰ ہزار مضامین شائع کیے اور ۲۵۰۰/ فلمیں بنائیں، فرانس اور سویڈن جیسے روشن خیال اداروں نے ۱۵/ ہزار کتابیں، ۱۲/ ہزار رسالے اور ۵۰/ ہزار مضامین چھاپے اور تین ہزار فلمیں جاری کیں۔

آہنی پردے کے ممالک روس اور چین دل آزاری کے اس عالمی مقابلہ میں نسبتاً پس ماندہ رہے، لیکن اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں کی حکومتیں خود بہ نفس نفیس مخالف اسلام ہیں۔

یہ تو ہوا غیروں کا کام اب ہمارا کام کیا ہے،؟ سگریٹ کے کش اور چائے کی پیالیوں کے ساتھ ان پر تاسف اور تبصرہ اور خدا پر اپنے غیر متزلزل یقین کا اظہار، کہ دین اللہ تعالیٰ کا ہے اور اللہ بڑی قدرت والا ہے، گویا دینداروں پر اظہار دین کی اللہ کی جانب سے کوئی ذمہ داری نہیں، الا ماشاء اللہ۔

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

اب ایسے لوگوں کو کوئی کس طرح سمجھائے کہ امت مسلمہ کے نصب العین اور تشکیل کا خلاصہ اصلاح نفس کے ساتھ اصلاح عالم، دین کی دعوت عام، اعلاء کلمۃ اللہ اور احیائے سنن انبیاء ہے۔ امت اسی راستہ سے آگے بڑھی ہے اسی لائن سے دنیا کے خطے اس کی تابع فرمان ہوئے ہیں۔

افسوس چائے نوشی، سگریٹ نوشی، سنیما بینی، فیشن پرستی اور پر تکلف مسرفانہ تقریبات کے لیے تو ہماری آمدنیوں میں باقاعدہ بجٹ ہے اور کافی وقت بھی، لیکن غیروں تک دین پہنچانے کے مقصد سے کتابچے وغیرہ بطور تحائف دینے کے معاملہ میں ہم گرانی کے مارے، کثیر اہل وعیال والے اور نہایت عدیم الفرصت۔ دکانوں، دفتروں اور کارخانوں میں برسوں غیر مسلموں کے ساتھ رہتے ہیں۔ مگر اسلام کا تعارف کرانا ہم اپنے لیے عار اور معیوب سمجھتے ہیں۔

اب آپ اپنے دل اور ضمیر سے خود فتویٰ لیجیے کہ کیا اسی کا نام دین سے وفاداری ہے۔

☆☆☆

بغداد پر تاتاری حملہ ہوچکا ہے۔ صدیوں کی شان وشوکت اور تہذیب وتمدن پر نزع کا عالم طاری ہے۔ مسلمانوں کی توانائیاں سرد پڑچکی ہیں خوف وہراس اور بزدلی نے عزم وہمت کو شکست دے دی ہے اور یہ سب باتیں بے سبب نہ تھیں؟ انہیں مسلمانوں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی عظمت کا چراغ بجھتے ہوئے دیکھا تھا؟ عورتوں کی بے آبروئی انہیں کے سامنے ہوئی تھی۔ اُن کے دل کے ٹکڑے ان کے سامنے ہی تہ تیغ کردیئے گئے تھے وہ کتب خانے جہاں سے قوم اپنی عظمت کا راز پاتی ہے اور تہذیبوں کے چراغ بھی وہیں سے جلائے جاتے ہیں۔ ان کے سامنے ہی نذر آتش کیے گئے تھے۔ مسلمانوں میں بزدلی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ ایک تاتاری مسلمانوں کو زمین پر لٹا کر چلا جاتا تھا اور اپنے کیمپ سے تلوار لا کر پھر سر قلم کرتا تھا اور اس عرصہ میں وہ مسلمان بے چوں وچرا اسی طرح لیٹے رہتے تھے۔

راوی نے بتایا کہ اس طرح کی بزدلی پیدا ہوجانا کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے کیونکہ یہ تاتاری حملہ تھا ہی کچھ اس غضب کا۔

مفتی راشد حسین ندوی

سوال وجواب

س : ایک گھر میں صرفہ کے لئے رقم جمع کی جاتی ہے پھر مشترکہ طور پر اس کو صرف کیا جاتا ہے، اتفاقاً یہ رقم ایک سال مکمل رکھی رہ گئی اور وہ رقم اتنی ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہوسکتی ہے۔تو کیا اس مشترکہ رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟

ج: صورت مسئولہ میں جن لوگوں کے پاس مزید مال ہو جس کے ساتھ ان کے حصہ کی جمع شدہ رقم ضم کرنے سے زکوٰۃ کا نصاب پورا ہوجاتا ہو، ان پر ان کے دوسرے مال کی ساتھ جمع شدہ ان کے حصہ کی رقم کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، بقیہ جن کے حصہ کی رقم ان کے دوسرے مال کے ساتھ ضم کرنے پر نصاب پورا نہ ہوتا ہو ان کے حصہ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی (شامی ۲/۳۴۷)

س : عوام کا لڑکیوں کی شادی میں دعوت کا انتظام کرنا کیسا ہے، مزید لوگوں کی اس میں شرکت کیسی ہے، احسن اور سنت نبوی کیا ہے واضح فرمائیں؟

ج : شادی کے موقع پر لڑکے کی طرف سے ولیمہ کرنا مسنون ہے، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت ولیمہ دی، اور متعدد احادیث میں اس کے لئے ابھارا (دیکھئے مشکوٰۃ ۲/۲۷۷ تا ۲۷۹ باب الولیمہ) جہاں تک لڑکیوں کی شادی کے موقع پر دعوت کرنے کا سوال ہے تو احادیث مبارکہ نیز کتب فقیہہ میں (راقم کے علم کے مطابق) اس کا ذکر نہیں آتا۔ لہٰذا اس کو شرعی معاملہ سمجھ کر کرنا بدعت ہوگا"من احدث فی امرنا ھٰذا مالیس منه فهو رد" الحدیث، اور رسم ورواج کی پابندی کرتے ہوئے یا نام ونمود کی لئے ہو تب بھی ناجائز ہوگا۔اور اس میں شرکت بھی ناجائز ہوگی، البتہ اگر اس کی ضرورت ہو، مثلاً لڑکا عقد نکاح کی غرض سے دوسرے علاقہ سے آیا ہے، اور اس کے ساتھ کچھ لوگ اور بھی آجائیں، اور کھانے میں اسراف، ریا نام ونمود اور پابندی رسم ورواج بھی نہیں ہے، تو ان شرائط کے ساتھ ان کو کھلا دینا فی نفسہ مباح ہوگا، اور ان حضرات کی میزبانی کے لئے یا اتفاقی طور پر جمع ہوجانے والے اعزہ کو بھی کھلانے کی گنجائش ہوگی (دیکھئے: کفایت المفتی ۵/۱۵۶)

س : مسجد شہید کرنے کے بعد اس کا جو ملبہ مسجد کے کام نہ آسکتا ہو (جیسے اینٹ یا پرانا نل وغیرہ) کیا اسے بیچا جاسکتا ہے، ایسی صورت میں کیا اسے گھر کے یا کسی دوسری چیز کے کام میں لایا جاسکتا ہے؟

ج : اگر یہ ملبہ مسجد کے کسی کام آسکتا ہے تو اسے اسی کام میں استعمال کرلیا جائے، ورنہ اسے بیچ کر اس کی قیمت مسجد میں لگائی جائے بیچنے کی صورت میں خریدار کے لئے جائز ہے کہ اس ملبہ اور نل وغیرہ کو اپنے گھر یا کسی دوسرے کام میں استعمال کرے لیکن اسے اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ مسجد کے ملبہ کا استعمال کسی ایسی جگہ نہ ہونے پائے جس سے اس کی بے احترامی لازم آتی ہو، مثلاً استنجا خانے جیسی جگہوں میں اس کا استعمال نہ کرے (الدر المختار کتاب الطہارۃ فروع قبیل باب المیاہ ۱/۱۳۱، احسن الفتاوی ۶/۴۲۶ فتاوی رحیمیہ ۶/۱۰۵)

س : ایک امام مسجد ہے جس کے محافظ ساتھ ساتھ چلتے ہیں وہ نماز پڑھائے یا کہیں بھی چلنے پھرنے جائے یہ محافظ مسلم بھی ہیں اور غیر مسلم بھی کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی روا ہے یا نہیں، جواب تفصیلاً ہو۔

ج : اگر امام کو اپنی جان کا خطرہ ہو تو وہ حفاظتی تدبیر کے طور پر محافظ رکھ سکتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء اربعہ نے بھی محافظ رکھے، حضرت امیر معاویہؓ نے مقصورہ تیار کرایا، صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ جارہے تھے تو آپ کا محافظ آگے آگے نیزہ لیکر چل رہا تھا (بخاری باب حمل العنزۃ الخ) اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ ایک بار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے کھڑے تھے (ابن ماجہ ۲۰۲) لیکن بہتر یہ تھا کہ مسجد میں لیجانے کیلئے مسلمان محافظ رکھے جاتے، بہرحال مندرجہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوا کہ محافظ رکھنا جائز ہے، لہٰذا محافظ رکھنے والے امام کے پیچھے نماز بھی پڑھنا جائز ہے (تفصیل کیلئے دیکھئے احسن الفتاوی ۶/۲۳۹ تا ۲۵۶)

مولانا محمد رفیع الدین ملکنڈوی

صلح جوئی اہم ترین وصف

رب تعالیٰ نے حضرت انسان کی تخلیق کے بعد ہر ایک کو کسی نہ کسی قبیلے اور خاندان سے جوڑ دیا، اور یہ سلسلہ صبح قیامت تک جاری وساری رہے گا کہ ہر انسان چاہے گورا ہو کہ کالا، امیر ہو کہ غریب، مرد ہو کہ عورت سبھی افراد کسی نہ کسی خاندان سے وہ مربوط ہوتے ہیں اور اسی آپسی ربط کو رشتہ داری وقرابت داری کے ذریعہ انسانی اخوت ومحبت کو قائم رکھنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے اور اخوت ومحبت کا قیام اسی وقت ممکن ہے جبکہ ہر شخص میں صلہ رحمی نیز عفو ودرگذر کے جذبات موجزن ہوں۔ کیونکہ عموماً ایک ساتھ محبت وشفقت سے رہنے والوں کے درمیان شیطان ملعون ہر لحہ اسی جد وجہد میں لگا رہتا ہے کہ کسی طرح ان میں شفقت ومحبت کے بجائے نفرت وعداوت کے بیج بودے۔ تاکہ جب ان ایمان والوں میں عداوتیں پھیلنے لگیں تو پھر خود بخود غیبت وچغلی اور گالی گلوج جیسے بیشتر جرائم ان سے سرزد ہوں گے تو یقیناً غیر شعوری طور پر رفتہ رفتہ یہ رحمت الٰہی سے دور ہوتے جائیں گے۔ اس کے برخلاف ایک ساتھ رہنے والوں میں اگر کبھی کوئی رنجش پیدا ہوجائے اور وہ یہ سوچنے لگیں کہ ہم مذہب اسلام کے پیروکار ہیں اور ہمارا مذہب اخوت ومحبت کا درس دیتا ہے تو پھر جلد از جلد اس بات کی توفیق ہوگی کہ کسی طرح ہم اس رنجش کو دور کریں جو کہ فطری تقاضہ کے طور پر واقع ہوئی تھی۔ ورنہ اگر وہ اس رنجش کو فوراً دور کرنے کی فکر نہ کریں اور اسے مزید پرورش کرکے بڑھاتے رہیں تو پھر آپسی خلش بڑھتے بڑھتے دور تک پہنچ جاتی ہے۔ کینہ اور بغض جیسی مذموم صفات لوگوں میں جگہ پکڑ لیتی ہیں تو صرف دو افراد کی رنجش پورے خاندان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور سارے خاندان میں تیزی سے نفرت وعداوت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

موجودہ معاشرے میں کتنے ایسے دیندار گھرانے ہیں جو کہ عبادات کے عادی اور اوامر نواہی کے فرائض تو انجام دیتے ہیں لیکن آج ان گھرانوں میں بھی خاندانی بگاڑ بڑھتے بڑھتے ناسور کی شکل اختیار کرگیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں مزید تلخیاں تیزی سے جنم لے رہی ہیں بالخصوص جب معاشرہ کے کسی خاندان کے بزرگ حضرات میں کچھ رنجش ہوجائے تو اس رنجش کو ہوائیں دے کر مزید بڑھانے والے عموماً کوئی دوسرے نہیں ہوتے بلکہ فریقین کی معصوم دوشیزائیں ونوجوان نسل ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ جس خاندان کے اتحاد واتفاق کی مثالیں اور کارنامے ہوں ان میں بھی نفرت وعداوت کا یہ حال ہے کہ نہ چھوٹوں کو بڑوں کا احترام ملحوظ ہوتا ہے اور نہ ہی بڑوں کو شفقت ومحبت کی ہوائیں لگتی ہیں تو پھر کیسے خاندان میں دوبارہ محبت والفت کی امید ہوسکتی ہے۔ حالانکہ شیرازہ بندی اور تفرقہ انتہائی خطرناک جرم ہے اسی لئے جب کبھی آپسی تنازعہ ہو یا پھر آپس میں کوئی رنجش ہوگئی تو فوراً فریقین کو خود اسے دور کرنے کی فکر کرنا چاہئے۔ اگر فریقین خود اسے دور نہ کریں تو پھر وہ افراد خوب لطف اندوز ہوں گے جن کا مشغلہ ہی چغل خوری، غیبت جیسے جرائم سے لطف اندوز ہونا ہوتا ہے۔ اور جو فریقین کی اختلافی آگ کو ہوا دے کر اسے بڑھانے کا کام انجام دیتے ہیں۔ اس کے لیے وہ پہلے گروہ کی باتیں بغور سن کر ان باتوں کو نزاع اور جھگڑے کے الفاظ سے مزین کرکے دوسرے گروہ تک اس درد سے بیان کرتے ہیں جیسے ان کے حقیقی خیرخواہ اور مشفق ہیں۔ جب وہاں دوسرے گروہ کے افراد پہلے گروہ کے متعلق جذبات میں کچھ کہہ دیں تو اسے بھی پہلے گروہ سے بیان کرتے ہیں۔ (یعنی ایک بات دوسرے کو) اور ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ اختلاف اور بڑھتا جائے اور ان دونوں میں مزید لڑائیاں اور جھگڑے ہوتے رہیں اور کسی طرح ان دونوں میں اتحاد پیدا نہ ہو بلکہ اختلاف اور

انتشار ان دونوں میں اتنی تیزی سے بڑھتا ہے جتنی سرعت اور تیزی سے رگوں میں خون دوڑتا ہے۔ تو ایسے شخص کے بارے میں نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت ترین وعید بیان فرمائی ہے۔ **ان من شر الناس عند اللہ ذالواجھین۔** (ترمذی شریف: ج۲، ص۲۲) رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے بدترین وہ شخص ہے جو کہ دو چہروں والا ہو۔

یعنی ایک شخص کی بات دوسرے تک محض شر اور فساد کی نیت سے پہنچائے۔ اور جس خاندان کے افراد متحد اور خلوص ومحبت سے زندگی گزارتے تھے ان میں نفرت وعداوت پیدا ہو جائے۔ بیشتر خواتین میں یہ صفت مذمومہ برسوں سے پائی جاتی ہے لیکن انہیں اس کی فرصت نہیں کہ کہیں رفتہ رفتہ اس وعید میں شامل نہ ہو جائیں۔ لہٰذا فوری ہم اس بیماری سے چھٹکارا حاصل کریں۔

صلح جوئی کی اہمیت قرآن کریم کی روشنی میں

اب تعالیٰ نے اپنے ابدی کلام پاک میں آپسی صلح کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **"انما المؤمنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم وتقو اللہ لعلکم ترحمون"۔** (سورہ الحجرات: ۱۰) اس آیت کریمہ میں اصل جڑ کی جانب حق تعالیٰ نے متوجہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مومن بندوں کی اصل اور جڑ ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے دست بازو، ہمدرد وخیر خواہ مونس وغم گسار بن کر زندگی گزاریں۔ اور کبھی کوئی غلط فہمی ہو جائے تو فوراً دور کرلیں۔ نیز سورہ توبہ میں مومن بندوں کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے رب کریم نے فرمایا: **"والمومنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض** (سورہ توبہ: ۷۱)

''کہ مومن مرد اور مومن عورت آپس میں ایک دوسرے کے معاون اور مددگار ہوتے ہیں''۔ اس آیت کریمہ میں منافقین کی صفات مذمومہ کے مقابلے میں مومنوں کی صفات محمودہ کا تذکرہ ہے کہ مومن آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے میں ایک ہی جسم کی طرح ہوتے ہیں کہ جب جسم کے ایک عضو کو بھی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم متاثر ہو جاتا ہے اور درد والم کا شکار ہو جاتا ہے اور جو برائیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور بدخلق وترش رو ہوتے ہیں اور دراصل منافق ہوتے ہیں۔ اور آپسی نزاع وتفرقہ بھی منافقانہ عمل ہے۔

آپسی صلح احادیث نبویہ کی روشنی میں

عن ام کلثوم رضی اللہ عنہا قالت: **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس الکتاب الذی یصلح بین الناس ویقول خیرا وینمی خیراً۔** (مسلم شریف: ج۲، ص۳۲۵) اس حدیث مبارکہ میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپسی بگاڑ کو ختم کرنے کے لئے جھوٹ جیسے قبیح فعل کو بھی گوارہ فرمایا اور صلح کی خاطر کوئی جھوٹ بھی کہہ دے تو اسے آپ نے جھوٹا قرار نہیں دیا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ آپسی صلح جوئی کتنی فضیلت والا عمل ہے۔ لیکن آج صلح کے بجائے فریقین کے تعلقات کو بگاڑنے کے لئے ہر طبقہ میں جھوٹ عام ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمارے قلوب پھول کی پتیوں کی طرح اقرباء ودیگر کے لیے محبت والفت کا پیغام دینے کے بجائے عداوتوں کے زہریلے کانٹے بن چکے ہیں اور انہی زہریلے کانٹوں کے زخم سے آپسی تلخیاں اور قطع رحمی کے ناپاک جراثیم تیزی سے نور ایمانی کو مومنوں کے قلوب کو کھوکھلا کررہے ہیں اسی لئے تو ظاہری طور پر تو منافقانہ سلام وکلام کا عام رواج ہے لیکن باطنی طور پر ہر کوئی اسی کوشش میں ہے کہ کسی طرح ہم اس کو نقصان پہنچائیں حقیقت تو یہ ہے کہ دور حاضر میں حقیقی آپسی تعلق اور محبت والفت تو بہت ہی کم اور آپسی تعلق کا اظہار کثرت سے پایا جاتا ہے۔ ورنہ اگر حقیقی تعلق اور حقوق العباد کا احساس ہوتا تو پھر اپنوں کے لیے تو کیا اغیار کے لیے بھی رحم وکرم، شفقت ورحمت کا پیغام دینے والے ہو جاتے۔ تاریخ کے اوراق کا جائزہ لیں تو کتنے ایسے خدارسیدہ حضرات کا علم ہوگا کہ جنہوں نے اپنے حقوق کو بھی محض اس بنیاد پر چھوڑ دیا کہ کہیں باہمی تعلقات ورشتہ داری میں بگاڑ اور فساد پیدا ہونے لگے۔ نیز ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے حدیث میں یوں ارشاد فرمایا: ''عن ابی الدرداء رضی اللہ

قال: **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "الا اخبرکم بأفضل من درجۃ الصیام والصلوٰۃ والصدقۃ قالوا بلیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح ذات البین، وفساد ذات البین الحالقۃ"** (ابوداؤد شریف ص۶۸۳) صحابی ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا ''کیا میں تم کو وہ چیز نہ بتادوں جو (نفلی) روزوں، صدقہ اور نماز کے درجہ سے افضل ہے۔ ہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا یہ چیز آپس میں بگاڑ کی اصلاح کردینا ہے۔ اور آپس کا بگاڑ دین کو مونڈنے والی چیز ہے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو ن رضائے حق کی خاطر صلح جوئی کے فریضہ کو انجام دینے کی فکر کرتے رہتے ہیں اسی لئے جہاں تک ممکن ہو جلد از جلد دو آدمیوں یا دو گروہوں یا پھر کسی دو تنظیموں کے درمیان اختلاف کی آہنی دیواریں قائم ہو گئی ہوں تو فوراً ان آہنی دیواروں کو مسمار کرکے ان میں صلح کرادینا چاہئے۔

آپسی فساد بگاڑ کے اسباب وعلاج

عموماً آپسی بگاڑ کے جو اسباب پائے جاتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ہر جگہ اور ہر شخص کے قلب میں مال ودولت کی ہوس اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ہر کوئی قارون کی طرح دولت کے خزانے جمع کرنے کا متمنی اور فکرمند ہے جس کے نتیجہ میں انانیت اور کبر نے ایک ہی خاندان کے افراد کو منتشر کرکے رکھ دیا ہے۔ مشاہدہ کی بات ہے کہ اب بھائی بہن میں ہمدردی وغمگساری کا جذبہ ہے اور نہ ہی اولاد کو والدین کی دکھ درد کا غم ہے۔ یہ سب حرص اور طلب دنیا کی نحوست ہیں دوسرا سبب قرابت داروں کے حقوق سے غفلت اور لاپرواہی ہے۔ مثلاً وراثت میں بھائی کے ساتھ بہن کا حق۔ نیز تجارت میں معاملات کا بگاڑ وغیرہ وغیرہ اسی طرح ایک سبب یہ ہے کہ آج ہمارے قلوب بنجر زمین کی طرح سخت ہو گئے ہیں کہ صرف ہم آرام وسکون سے رہیں چاہے ہمارا غریب بھائی بھوک سے دوچار ہو۔ اور چوتھا سبب یہ ہے کہ ہر کوئی اپنی عزت کا تو طلبگار ہے اور دوسروں کی عزت وآبرو کا کوئی لحاظ نہیں۔ پانچواں سبب مشترک خاندانوں کی وہ خواتین جو کہ معاملات میں حد سے زیادہ بے احتیاط ہوتی ہیں۔ جس کے نتیجہ مین پیدا ہونے والا جھگڑا اور بگاڑ برسوں جڑ پکڑا رہتا ہے۔ اسی طرح چھٹا سبب بدکلامی ہے دور حاضر میں بیشتر افراد اس مرض میں مبتلا ہو رہے ہیں حتیٰ کہ بدکلامی کو معاشرے میں باعث فخر اور باعث افتخار تصور کیا جارہا ہے۔ یہ تمام وہ اسباب ہیں جن کی اصلاح نہ ہونے کی بناء پر عموماً معاشرے میں بگاڑ پایا جارہا ہے۔ ان مذکورہ اسباب کا علاج یہ ہے کہ فوراً کسی صاحب دل، ولی کامل، عالم دین سے رجوع ہو کر ان امراض سے شفاء حاصل کریں۔ حقوق العباد آیا وہ حقوق قرابت داروں کے ہوں یا پھر کسی انسان سے تعلق رکھتے ہوں ان کے حقوق کی ادائیگی کو اپنے حقوق پر ترجیح دیں۔ اور غیض وغضب کے بجائے الفت ومحبت کو قلب میں جگہ دیں۔ غرباء کے حالات پر غور کرکے ان کی اعانت کریں۔ بالخصوص اپنی ذات کو حقیر سمجھ کر دوسروں کا احترام کریں۔ اور پھر خاص طور پر اپنی خواتین میں دینی شعور بیدار کرنے کے لئے اصلاح وتربیت کرتے رہیں۔ اور پھر اپنی آنے والی نسل کو دینی تعلیم دلوائیں۔ ساتھ ہی ساتھ قرابت داروں میں بخوشی شریک ہوں۔ اور اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو تدفین میں شریک ہو کر ورثاء کو پرسہ دیں تو یقیناً ہمارے معاشرے کی تلخیاں جلد از جلد دور ہوں گی۔ اور آپسی اختلافات کا خاتمہ ہوگا۔ کیونکہ کوئی احمق جب عوامی گزرگاہ پر خاردار کانٹے ڈال دے تو اس شخص کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے جسے اللہ نے عقل سلیم کی دولت سے نوازا ہے کہ وہ فوراً اس خاردار کانٹے کو راستہ سے ہٹادے ورنہ اگر وہ بھی مزید خاردار کانٹوں کو راستہ پر جمع کرے گا تو سارا راستہ بند ہو جائے گا اور گزرنے کے قابل بھی نہ رہے گا۔ یہی حال آپسی تلخیوں کا ہے کہ اگر کسی سی کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو فوراً کوئی عقلمند اسے دور کرکے ان دونوں میں صلح کرادے ورنہ مزید تلخیاں پیدا ہوں گی۔ حق تعالیٰ ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے ہم سب اتحاد کے ساتھ محبت والفت کے پیکر بن کر سلیقہ سے زندگی گزارنے والے بن جائیں۔

●●

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

مسلمانوں سے نفرت کرنے والی خاتون کے قبول اسلام کی ولولہ انگیز روداد

میں جنوری ۱۹۴۵ء میں امریکہ کی ریاست لاس اینجلس کے علاقہ ویسٹ میں پیدا ہوئی۔ میرے والدین پروٹسٹنٹ عیسائی تھے اور ننھیال وددھیال دونوں طرف مذہب کا بڑا چرچا تھا۔ میں اسکول کے آٹھویں گریڈ میں تھی کہ میرے والدین کو فلوریڈا منتقل ہونا پڑا اور باقی تعلیم وہیں مکمل ہوئی۔ میری تعلیمی حالت بہت اچھی تھی۔ خصوصاً بائبل سے مجھے خاص دلچسپی تھی اور اس کے بہت سے حصے مجھے زبانی یاد تھے۔ اس سلسلے میں، میں نے متعدد انعامات بھی حاصل کیے۔ میں غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھی اور وومن لبریشن مومنٹ (تحریک آزادیٔ نسواں) کی پرجوش کارکن تھی۔

ہائی اسکول کی تعلیم ختم ہوئی تو میری شادی ہوگئی اور اس کے ساتھ ہی میں ماڈلنگ کے پیشے سے منسلک ہوگئی۔ خدا نے مجھے اچھی شخصیت عطا کی تھی اور میں خوب محنت کرتی تھی، اس لیے میرا کاروبار خوب چمکا۔ پیسے کی ریل پیل ہوگئی۔ شوفر، بہترین گاڑیاں، غرض آسائش کا ہر سامان میسر تھا۔ حالت یہ تھی کہ بعض اوقات ایک جوتا خریدنے کے لیے میں ہوائی سفر کرکے دوسرے شہر جاتی تھی۔ اس دوران میں، میں ایک بیٹے اور بیٹی کی ماں بھی بن گئی، مگر سچی بات ہے کہ ہر طرح کے آرام وراحت کے باوجود دل مطمئن نہ تھا۔ بے سکونی اور اداسی جان کا گویا مستقل آزار بن گئی تھی اور زندگی میں کوئی زبردست خلا محسوس ہوتا تھا۔ نتیجہ یہ کہ میں نے ماڈلنگ کا پیشہ ترک کردیا۔ دوبارہ مذہبی زندگی اختیار کرلی اور مختلف تعلیمی اداروں میں مذہبی تبلیغ کی رضا کارانہ خدمات انجام دینے لگی۔ اس کے ساتھ ہی میں نے مزید تعلیم کے لئے یونیورٹی میں داخلہ لے لیا۔ خیال تھا کہ اس بہانے شاید روح کو کچھ سکون ملے گا۔ اس وقت میری عمر تیس سال تھی۔

اسے میری قسمت کہئے کہ مجھے ایک ایسی کلاس میں داخلہ مل گیا جس میں سیاہ فام اور ایشیائی طالب علموں کی خاصی بڑی تعداد تھی۔ بڑی پریشانی ہوئی، مگر اب کیا ہوسکتا تھا۔ مزید گھٹن یہ دیکھ کر محسوس ہوئی کہ ان میں خاصے لوگ مسلمان تھے اور مجھے مسلمانوں سے سخت نفرت تھی۔ میرے نزدیک عام یورپین لوگوں کی طرح، اسلام وحشت وجہالت کا مذہب تھا اور مسلمان غیر مہذب، عیاش، عورتوں پر ظلم کرنے والے اور اپنے مخالفوں کو زندہ جلا دینے والے لوگ تھے۔ امریکہ اور یورپ کے عام مصنفین اور مؤرخ یہی کچھ لکھتے آرہے ہیں۔ بہر حال شدید ذہنی کوفت کے ساتھ تعلیم شروع کی۔ پھر اپنے آپ کو سمجھایا کہ میں ایک مشنری ہوں، کیا عجب کہ خدا نے مجھے ان کافروں کی اصلاح کے لیے یہاں بھیجا ہو اس لیے مجھے پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ چنانچہ میں نے صورت حال کا جائزہ لینا شروع کیا تو حیرت میں مبتلا ہوگئی کہ مسلمان طالب علموں کا رویہ دیگر سیاہ فام نوجوانوں سے بالکل مختلف تھا۔ وہ شائستہ، مہذب اور باوقار تھے۔ وہ عام امریکی نوجوانوں کے برعکس نہ لڑکیوں سے بے تکلف ہونا پسند کرتے نہ آوارگی اور عیش پسندی کے رسیا تھے۔ میں تبلیغی جذبے کے تحت ان سے بات کرتی، ان کے سامنے عیسائیت کی خوبیاں بیان کرتی تو وہ بڑے وقار اور احترام سے سنتے اور بحث میں الجھنے کے بجائے مسکرا کر خاموش ہوجاتے۔

میں نے اپنی کوششوں کو یوں بے کار جاتے دیکھا تو سوچا اسلام کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ اس کے نقائص اور تضادات سے آگاہ ہوکر مسلمان طالب علموں کو زچ

کرسکوں۔ مگر دل کے گوشے میں یہ احساس تھا کہ عیسائی پادری، مضمون نگار اور مورخ تو مسلمانوں کو وحشی، گنوار، جاہل اور نہ جانے کن کن برائیوں کا مرقع بتاتے ہیں۔ لیکن امریکی معاشرت میں پلنے بڑھنے والے ان سیاہ فام مسلمان نوجوانوں میں تو ایسی کوئی برائی نظر نہیں آتی بلکہ یہ باقی سب طلبہ سے مختلف ومنفرد پاکیزہ رویے کے حامل ہیں۔ پھر کیوں نہ میں خود اسلام کا مطالعہ کروں اور حقیقت حال سے آگاہی حاصل کروں۔

پڑھنا شروع کیا اور میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ کتاب دل کے ساتھ ساتھ دماغ کو بھی اپیل کرتی ہے۔ عیسائیت پر غور وفکر کے دوران اور بائبل کے مطالعے کے نتیجے میں ذہن میں کتنے ہی سوال پیدا ہوتے تھے۔ مگر کسی پادری یا دانشور کے پاس ان کا کوئی جواب نہ تھا اور یہ تشنگی روح کے لیے مستقل روگ بن گئی تھی، مگر قرآن پڑھا تو ان سارے سوالوں کے ایسے جواب مل گئے جو عقل اور شعور کے عین مطابق تھے۔ مزید اطمینان کے لیے اپنے کلاس فیلو مسلمان نوجوانوں سے گفتگوئیں کیں۔ تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا تو اندازہ ہوا کہ میں اب تک اندھیروں میں بھٹک رہی تھی۔ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں میرا نقطہ نظر صریحاً بے انصافی اور جہالت پر مبنی تھا۔

مزید اطمینان کی خاطر میں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی تعلیمات کا مطالعہ کیا تو یہ دیکھ کر مجھے خوشگوار حیرت ہوئی کہ امریکی مصنفین کے پروپیگنڈے کے برعکس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کے عظیم محسن اور سچے خیر خواہ ہیں۔ خصوصاً انہوں نے عورت کو جو مقام ومرتبہ عطا فرمایا اس کی پہلے یا بعد میں کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ ماحول کی مجبوریوں کی بات دوسری ہے، ورنہ میں طبعاً بہت شرمیلی ہوں اور خاوند کے سوا کسی مرد سے بے تکلفی پسند نہیں کرتی۔ چنانچہ میں نے پڑھا کہ پیغمبر اسلام خود بھی بے حد حیادار تھے اور خصوصاً عورتوں کے لیے عفت وپاکیزگی اور حیا کی تاکید کرتے ہیں تو میں بہت متاثر ہوئی اور اور اسے عورت کی ضرورت اور نفسیات کے عین مطابق پایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا درجہ جس قدر بلند فرمایا اس کا اندازہ اس قول سے ہوا کہ "جنت ماں کے قدموں میں ہے" اور آپ کے اس فرمان پر تو میں جھوم اٹھی کہ عورت نازک آبگینوں کی طرح ہے اور تم میں سے سب سے اچھا شخص وہ ہے جو اپنی بیوی اور گھر والوں سے اچھا سلوک کرے۔

آخر کار قرآن اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے مطمئن ہوگئی۔ تاریخ اسلام کے مطالعے اور اپنے مسلمان کلاس فیلو نوجوانوں کے کردار نے مسلمانوں کے بارے میں ساری غلط فہمیوں کو دور کردیا، اور میرے ضمیر کو میرے سارے سوالوں کے جواب مل گئے تو میں نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اس کا ذکر میں نے متذکرہ طالب علموں سے کیا تو وہ ۲۱ رمئی ۱۹۷۷ء کو میرے پاس چار ذمہ دار مسلمانوں کو لے آئے۔ ان میں سے ایک ڈینور کی مسجد کے امام تھے۔ چنانچہ میں نے ان سے مزید سوالات کئے اور کلمہ شہادت پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی۔

میرے قبول اسلام پر پورے خاندان پر گویا بجلی گر پڑی۔ ہماری میاں بیوی کے تعلقات واقعی مثالی تھے اور میرا شوہر مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرتا تھا، مگر میرے قبول اسلام کا سن کر اسے غیر معمولی صدمہ ہوا۔ میں اسے پہلے بھی قائل کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی اور اب پھر اسے سمجھانے کی بہت سعی کی، مگر اس کا غصہ کسی طرح ٹھنڈا نہ ہوا اور اس نے مجھ سے علیحدگی اختیار کرلی اور میرے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کردیا۔ عارضی طور پر دونوں بچوں کی پرورش میری ذمہ داری قرار پائی۔

میرے والد بھی مجھ سے گہری قلبی وابستگی رکھتے تھے مگر اس خبر سے وہ بھی بے حد برافروختہ ہوئے اور غصے میں ڈبل بیرل شاٹ گن لے کر میرے گھر آگئے تاکہ مجھے قتل کرڈالیں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ میں بچ گئی اور وہ ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کرکے چلے گئے۔ میری بڑی بہن بہت ماہر نفسیات تھی اس نے اعلان کردیا کہ یہ کسی دماغی عارضے

میں مبتلا ہوگئی ہے اور اس نے سنجیدگی سے مجھے نفسیاتی انسٹی ٹیوٹ میں داخل کرانے کے لیے دوڑ دھوپ شروع کردی۔ میری تعلیم مکمل ہوچکی تھی۔ میں نے معاشی ضرورتوں کے پیش نظر ایک دفتر میں ملازمت حاصل کی، لیکن ایک روز میری گاڑی کو حادثہ پیش آگیا اور تھوڑی سی تاخیر ہوگئی تو مجھے ملازمت سے نکال دیا گیا۔ فرم والوں کے نزدیک میرا اصل جرم یہی تھا کہ میں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی حالت یہ تھی کہ میرا ایک بچہ پیدائشی طور پر معذور تھا۔ وہ دماغی طور پر بھی نارمل نہ تھا اور اس کی عام صحت بھی ٹھیک نہ تھی۔ جبکہ بچوں کی تحویل اور طلاق کے مقدمے کے باعث امریکی قانون کے تحت مقدمے تک میری ساری جمع پونجی منجمد کردی گئی تھی۔ ملازمت بھی ختم ہوئی، تو میں بہت گھبرائی اور بے اختیار رب جلیل کے حضور سربہ سجود ہوگئی اور گڑگڑا کر خوب دعائیں کیں۔ اللہ کریم نے میری دعائیں قبول فرمالیں اور دوسرے ہی روز میری ایک جاننے والی خاتون کی کوشش سے مجھے ایسٹریل پروگرام میں ملازمت مل گئی اور میرے معذور بیٹے کا علاج بھی بلامعاوضہ ہونے لگا۔ ڈاکٹروں نے دماغ کے آپریشن کا فیصلہ کیا اور اللہ کا خاص فضل سے یہ آپریشن کامیاب رہا۔ بچہ تندرست ہوگیا اور میری جان میں جان آئی۔ لیکن آہ! ابھی آزمائشوں کا سلسلہ ختم نہ ہوا تھا۔ عدالت میں بچوں کی تحویل کا مقدمہ دوسال سے چل رہا تھا۔ آخرکار دنیا کے اس سب سے بڑے ”جمہوری ملک“ کی ”آزاد“ عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر بچوں کو اپنے پاس رکھنا چاہتی ہو تو اسلام سے دستبردار ہونا پڑے گا کہ اس قدامت پرست مذہب کی وجہ سے بچوں کا اخلاق خراب ہوگا اور تہذیبی اعتبار سے انہیں نقصان پہنچے گا۔

عدالت کا یہ فیصلہ میرے دل ودماغ پر بجلی بن کر گرا۔ ایک مرتبہ تو میں چکرا کر رہ گئی۔ زمین آسمان گھومتے ہوئے نظر آئے، مگر اللہ کا شکر ہے کہ اس کی رحمت نے مجھے تھام لیا اور میں نے دوٹوک انداز میں عدالت کو کہہ دیا کہ میں اپنے بچوں سے جدائی گوارا کرلوں گی مگر اسلام اور ایمان کی دولت سے دستبردار نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ بچی اور بچہ دونوں باپ کی تحویل میں دے دیئے گئے۔

اس کے بعد ایک سال اسی طرح گذر گیا۔ میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنا تعلق گہرا کرلیا اور تبلیغ دین میں منہمک ہوگئی۔ نتیجہ یہ کہ ساری محرومیوں کے باوجود ایک خاص قسم کے سکون واطمینان سے سرشار رہی۔ مگر میرے خیرخواہوں نے اصرار کے ساتھ یہ مشورہ دیا کہ مجھے کسی باعمل مسلمان سے عقد ثانی کرلینا چاہئے کہ عورت کے لیے تنہا زندگے گزارنا مناسب ومستحسن نہیں ہے۔ چنانچہ ایک مراکشی مسلمان کی طرف سے نکاح کی پیشکش ہوئی تو میں نے قبول کرلی۔ یہ صاحب ایک مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ قرآن خوب خوش الحانی سے پڑھتے اور سننے والوں کو مسحور کردیتے۔ میں دین سے ان کے گہرے تعلق سے بڑی متاثر ہوئی اور ان سے نکاح کرلیا۔ عدالت نے میری رقم واگزار کردی تھی۔ چنانچہ میں نے اپنے خاوند کو اچھی خاصی رقم دی کہ وہ اس سے کوئی کاروبار کریں مگر وائے ناکامی کہ کوصرف تین ماہ گزرے تھے کہ میرے خاوند نے مجھے طلاق دے دی۔ اس نے کہا: مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں، میں تمہارے لیے سراپا احترام ہوں، مگر اکتا گیا ہوں اس لیے عذر کے ساتھ طلاق دے رہا ہوں۔ میں نے اسے جو بھاری رقم دی تھی چونکہ اس کی کوئی تحریر موجود نہ تھی اس لیے وہ بھی اس نے ہضم کرلی اور اس کی مدد سے اس نے جلد ہی دوسری شادی رچالی۔

طلاق کے چند ماہ بعد اللہ نے مجھے بیٹا عطا فرمایا۔ اس کا نام میں نے محمد رکھا۔ اب یہ بیٹا ماشاء اللہ دس برس کا ہے۔ وجیہ وشکیل اور بڑا ذہین ہے۔ اسے ہی میں دیکھ دیکھ کر جیتی ہوں۔ اب میں نے اپنے آپ کو اللہ کے فضل سے دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے وقف کردیا ہے اور جی چاہتا ہے کہ بقیہ زندگے اسی مبارک فریضے کی نذر

ہوجائے۔ یہ بھی اللہ ہی کا فضل ہے کہ میں نے قرآن کو خوب پڑھا ہے۔ امریکہ میں اس وقت قرآن کے ستائیس ترجمے دستیاب ہیں، میں نے ان میں سے دس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ عربی زبان سیکھ لی ہے اور جہاں ترجمے کی کوئی بات کھٹکتی ہے فون پر عربی کے کسی اسکالر سے معلوم کرلیتی ہوں۔ الحمدللہ کہ میں مختلف کتب حدیث یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد اور مشکوۃ کا کئی کئی بار مطالعہ کرچکی ہوں اور اسلام کو جدید ترین اسلوب میں سمجھنے کے لیے مختلف مسلمان علماء کی کتابوں کا بھی مطالعہ کرتی رہتی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ جب تک ایک مبلغ قرآن، حدیث اور اسلام کے بارے میں بھرپور معلومات نہ رکھتا ہو، وہ تبلیغ کا تقاضوں سے کماحقہ عہدہ برا نہیں ہوسکتا۔

ایک زمانہ تھا کہ میں اتوار کا دن آرام کرنے کے بجائے کسی سنڈے اسکول میں گزارا کرتی تھی، آج کل اتوار کا دن اسلامک سنٹروں میں گزارتی ہوں اور وہاں مسلمان بچوں کو دینی تعلیم دینے کے علاوہ دیگر مضامین پڑھاتی ہوں۔ لاس اینجلس میں مختلف مقامات پر مختلف نمائشوں، کانفرنسوں اور مجالس مذاکرات کا اہتمام کرکے غیر مسلموں تک دین اسلام کا پیغام پہنچانے کی کوشش کرتی ہوں۔ میں ان سے کہتی ہوں کہ میں نے آپ لوگوں کو تبدیلی مذہب کے لیے نہیں بلایا، بلکہ اس لیے زحمت دی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کریں اور میں آپ کو یہ بتانا چاہتی ہوں کہ اسلام سے کیوں وابستہ ہوں، زندگی کی کیا حقیقت ہے اور انسان اور خدا کا باہمی تعلق کیا ہے؟ میں بحمد للہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بھی اسلامی تعلیمات پیش کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتی۔

یہ بھی اللہ ہی کی توفیق ہے کہ میں نے مختلف مقامات پر مسلم وومن اسٹڈی سرکل قائم کیے ہیں، جن میں غیر مسلم خواتین بھی آتی ہیں۔ میں انہیں بتاتی ہوں کہ اسی امریکہ میں آج سے ڈیڑھ سال پہلے عورتوں کی باقاعدہ خرید وفروخت ہوتی تھی اور ایک عورت کو گھوڑے سے بھی کم قیمت پر یعنی ڈیڑھ سو روپے میں خریدا جاسکتا تھا۔ بعد کے ادوار میں بھی عورت کو باپ یا شوہر کی جائیداد میں سے کوئی حصہ نہ ملتا تھا حتیٰ کہ اگر وہ شادی کے موقع پر ایک لاکھ ڈالر شوہر کے گھر میں لے کر جاتی اور چند ہی ماہ بعد اسے طلاق حاصل کرنا پڑتی تو وہ ساری رقم شوہر کی ملکیت قرار پاتی تھی۔ تعلیم کے مواقع بھی اسے مناسب صورت میں حاصل نہ تھے اور اس ایٹمی وسائنسی دور میں صورت حال یہ ہی کہ امریکہ اور یورپ میں عملاً عورت دوسرے درجے کی شہری ہے۔ وہ مردوں کے برابر کام کرتی ہے مگر معاوضہ ان سے کم پاتی ہے۔ وہ ہمیشہ عدم تحفظ کا شکار رہتی ہے۔ پندرہ برس کی عمر کے بعد والدین بھی اس کی کفالت کا ذمہ نہیں لیتے اور اسے خود ملازمت کرکے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ شادی کے بعد طلاق کا خوف اسے ہمہ وقت گھیرے رکھتا ہے اور طلاق کے بعد جو پورچین زندگی کا لازمہ بن گئی ہے، نہ والدین نہ بھائی اس کا غم بانٹتے ہیں۔ بچوں کی ذمہ داری بھی اسی کے سر پڑتی ہے اور سابق شوہر بچوں کا بمشکل تیس فیصد خرچ برداشت کرتے ہیں۔ یعنی پچاس ڈالر ماہوار کے حساب سے ادا کرتے ہیں جس سے ایک بچے کا جوتا خریدنا بھی مشکل ہوتا ہے۔

میں خواتین کو بتاتی ہوں کہ اس کے برعکس اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے خواتین کو جو حقوق عطا کیے تھے، اس کی انسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ بحیثیت بیٹی، بہن، بیوی اور ماں اسے خاص احترام اور حقوق حاصل ہیں۔ باپ، خاوند، بھائیوں اور بیٹیوں کی جائیداد سے اسے حصہ ملتا ہے اور طلاق کی صورت میں اولاد کی کفالت کا ذمہ دار شوہر ہوتا ہے۔ طلاق کو یوں بھی اسلام میں سخت ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے اور شادی کے موقع پر خاوند کی حیثیت کے مطابق اسے معقول رقم (یعنی مہر) کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ خاوند کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ اپنی شریک حیات کے ساتھ بہترین سلوک روا رکھے اور اس کی غلطیوں کو معاف کرے اور اس کے باپ کے لیے جنت میں اعلیٰ ترین انعامات کی خوشخبری دی

گئی ہے جو اپنی بچیوں کی محبت اور شفقت سے پرورش کرتا اور ان کی دینی تربیت کرے انہیں احترام سے رخصت کرتا ہے اور اس اعزاز کی تو کہیں ادنیٰ سی بھی مثال نہیں ملتی کہ ماں کے قدموں میں جنت قرار دی گئی ہے اور باپ کے مقابلے میں اسے تین گنا واجب الاحترام قرار دیا گیا ہے۔

میں جب یہ تقابلی موازنہ کرتی ہوں تو امریکی عورتوں کے منہ حیرت سے کھلے رہ جاتے ہیں۔ وہ تحقیق کرتی ہیں، مطالعہ کرتی ہیں اور جب انہیں یقین ہو جاتا ہے کہ میں صحیح باتیں کرتی ہوں اور واقعتہً اسلام نے عورت کو غیر معمولی حقوق و احترام عطا کیا ہے تو وہ اسلام قبول کر لیتی ہیں۔ چنانچہ اللہ کا شکر ہے کہ اب تک تقریباً چھ سو امریکی خواتین دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی ہیں۔

خواتین میں تبلیغ کے ساتھ ساتھ میرا ہدف شعبہ تعلیم ہے جس کے نصابات میں اسلام کے بارے میں طرح طرح کے اعتراضات و الزامات ہیں۔ ٹی وی پروگراموں میں بھی جا و بے جا، اسلام کے خلاف زہر افشانی کی جاتی ہے۔ چنانچہ میں نے عزم کر لیا کہ اس تکلیف دہ صورت حال کی اصلاح کرنی چاہئے۔ اس کے لیے میں اکیڈیمی آرٹ سائنس کے کار پردازوں سے ملی۔ یہی لوگ نصابات اور ٹی وی پروگراموں میں اسلام کی غلط تصوری کشی کے ذمہ دار ہیں۔ میں نے اصرار کے ساتھ ان سے بحث مباحثہ کیا اور انہیں قائل کر لیا کہ اگر نشاندہی کر دی جائے تو وہ متعلقہ حصوں کی اصلاح کر دیں گے۔ چنانچہ میں نے مسلمان والدین کو توجہ دلائی، امریکہ میں مختلف مسلم انجمنوں سے رابطہ قائم کیا اور انہیں آمادہ کیا کہ وہ بچوں کی نصابی کتابوں سے غلط اور قابل اعتراض باتوں کی نشاندہی کریں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں اسلامک فاؤنڈیشن فار کری کلم ان رشمنٹ اینڈ ڈیولپمنٹ کا قیام عمل میں آیا، جس کے تحت نصابی کتابوں میں اسلام کے خلاف منفی اور قابل اعتراض مواد کی نشاندہی کی جاتی ہے اسی طرح امریکہ کی یونیورسٹیوں میں اسلامیات کا مضمون یہودی، عیسائی اور ہندو پڑھاتے ہیں۔ ہم نے IFOD کی وساطت سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ اسلامیات کی تدریس پر صرف مسلمان اساتذہ کا تقرر کیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ ہم یہ مطالبہ منظور کرا لیں گے۔

اخیر میں یہ خوش کن خبر بھی سناتی جاؤں کہ میرا وہ خاندان جس نے میرا مکمل سوشل بائیکاٹ کر دیا تھا، اللہ کے فضل سے اس کے بیشتر افراد اسلام قبول کر چکے ہیں۔ میرے والد جو مجھے قتل کرنے کے درپے تھے وہ مسلمان ہو چکے ہیں اور والدہ، دادی، دادا اور خاندان کے کئی دیگر افراد حلقہ بگوش اسلام ہو چکے ہیں، حتیٰ کی میرا وہ بیٹا جو اپنے عیسائی باپ کے ساتھ رہتا ہے اور جس کی مذہبی تربیت عیسائیت کے عین مطابق بڑے اہتمام سے ہو رہی تھی۔ ایک روز میرے پاس آیا اور کہنے لگا: ممی! اگر میں اپنا نام تبدیل کر کے فاروق رکھ لوں تو آپ کے نزدیک کیسا رہے گا۔ میں پہلے حیرت اور پھر مسرت کے بے پناہ احساس سے نہال ہو گئی۔ میں نے اسے گلے سے چمٹا لیا، پیار کیا اور اسلام کی دعوت پیش کی تو اسنے فوراً ہی کلمہ پڑھ لیا۔ فاروق اب بھی اپنے باپ کی تحویل میں ہے مگر راسخ العقیدہ مسلمان ہے۔ میری وہ بہن جو مجھے پاگل سمجھتی تھی ایک تقریب میں اس نے میری تقریر سنی تو بے اختیار تعریف کرنے لگی۔ امید ہے کہ انشاء اللہ وہ بھی ایک روز دائرہ اسلام میں آ جائے گی۔

یہ بھی اللہ کی عنایت ہے کہ امریکہ میں رہتے ہوئے باپردہ زندگے گزار رہی ہوں۔ اس ملک میں چہرے پر نقاب ڈال کر ادھر ادھر جانا تو ممکن ہی نہیں کہ اس سے بے شمار مشکلات آڑے آتی ہیں تاہم چہرے اور ہاتھوں کے سوا میں سارے جسم کو ڈھیلے لباس میں مستور رکھتی ہوں اور اس میں بھی قدم قدم پر تعصب اور تنگ نظری کا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ اندازہ کیجئے کہ ایک مرتبہ میں اسی لباس میں ایک بینک میں گئی تو میں جب تک وہاں موجود رہی، بینک کا گن مین میرے سر پر رائفل تان کر کھڑا رہا۔ ایک پی ایچ ڈی خاتون متعلقہ ملازمت کے لیے منتخب ہو گئی

مگر اسے پہلے ہی روز اس لیے فارغ کر دیا گیا وہ حجاب لباس میں تھی اور اس نوعیت کی مثالیں بے شمار ہیں۔ ایک بار میں نے ریڈیو پر بچوں کا پروگرام کیا، اسے ایوارڈ کا مستحق قرار دیا گیا، مگر تقریب سے ایک روز قبل جب کمیٹی کے ارکان سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھے اسلامی لباس میں دیکھا تو کمال ڈھٹائی سے انہوں نے ایوارڈ منسوخ کر دیا۔

بہر حال یہ ہے کہ امریکہ کا ماحول اور یہ ہیں وہ رکاوٹیں جن میں رہ کر مجھے تبلیغ دین کا کام کرنا پڑ رہا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے استقامت عطا کرے اور میں اخیر وقت تک نہ صرف خود ایمان و یقین سے سرشار رہوں بلکہ یہ روشنی دوسروں تک بھی پہنچاتی رہوں۔

فروری ۱۹۹۰ء میں محترمہ امینہ انٹرنیشنل یونین آف مسلم وومن کی عالمی کانفرنس میں شرکت کے لیے پاکستان تشریف لائیں، کنیئرڈ کالج، کالج فار ہوم اینڈ سوشل سائنسز اور اسلام آباد کے مختلف تعلیمی اداروں میں خطاب فرمایا۔ انہوں نے خواتین کو تکرار کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کی کہ حجاب میں عورت کی عزت و احترام ہے اور عورت کی سب سے بڑی ذمہ داری اپنے بچوں کی پرورش ہے۔ انہوں نے بڑے دکھ سے کہا: میں سمجھتی تھی کہ پاکستان کا معاشرہ اسلامی رنگ میں رنگا ہوا ہوگا، مگر افسوس کہ یہاں ایر پورٹ پر اترتے ہی مجھے مردوں کے عجیب و غریب رویے سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ عورتوں کو جس انداز میں بے باکی کے ساتھ گھورتے ہیں، اس طرح امریکہ کے لادین معاشرے میں بھی نہیں ہوتا۔ پھر یہاں کی خواتین یورپین عورتوں کی نقالی میں ماڈرنزم اختیار کرنے کی بڑے شوقین ہیں۔ میں انہیں متنبہ کرتی ہوں کہ یورپ کے معاشرے کی تقلید نہ کریں۔ وہاں کی خواتین آزاد اور برابری کے مفہوم کو نہیں سمجھ سکیں۔

انہوں نے ہر شعبہ زندگی میں مردوں سے مسابقت کا انداز اختیار کیا اور نسوانیت کو ترک کر کے مردوں کی روش اپنالی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آج یورپ میں عورت سے زیادہ مظلوم کوئی نہیں۔ وہ فحاشی اور عدم تحفظ کے گہرے گڑھے میں گر گئی ہے اور جو کچھ اس کے پاس تھا وہ بھی کھو دیا ہے۔ آج عالم یہ ہے کہ گھر کو قید خانہ سمجھ کر دفتروں کی زندگی اپنانے کے نتیجے میں اسے صبح صبح تیزی کے ساتھ گاڑیوں کا تعاقب کرنا پڑتا ہے اور ٹریفک کے بے پناہ رش میں دو دو گھنٹے کی بھاگ دوڑ کے بعد اپنے دفتر پہنچتی ہے۔ وہاں دن بھر نوکرانی کی طرح کام بھی کرتی ہے اور اپنے باس کے اشارہ ابرو پر ہر طرح کا ناگوار مطالبہ بھی پورا کرتی ہے۔ شام کو دوبارہ ٹریفک کے سیلاب کا مقابلہ کر کے گھر آتی ہے تو تھکاوٹ سے اس قدر نڈھال اور زندگی سے اتنی بیزار ہوتی ہے کہ اپنے ننھے پیارے بچے کی بات کا جواب تک نہیں دے سکتی۔ امریکن خواتین کے بچے ڈے کیئر سنٹروں میں رہتے ہیں۔ جہاں وہ عدم توجہ کا شکار رہتے ہیں اور نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔ وہاں انہیں سادھوازم اور جادوگری کا زہر پلایا جاتا ہے، ان پر مجرمانہ حملے ہوتے ہیں اور والدین کی شفقت اور خاندانی زندگی سے محروم ہو کر وہ بچپن ہی سے منشیات کے عادی ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بے شمار بچے تو دس سال کی عمر میں خودکشی تک کر لیتے ہیں اور پبلک اسکولوں میں فیل ہونے والے بچوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے ایڈز اور ہم جنسی عام ہے اور امریکہ کی بعض ریاستوں میں تو ہم جنسی کو قانونی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ بڑھاپے میں والدین شدید کسمپرسی کی زندگے گزارتے ہیں اور جونہی ایک خاتون کی عمر ۳۵ رسال سے تجاوز کرتی ہی اسے اس طرح نظر انداز کیا جاتا ہے کہ وہ زندہ در گور ہو کر نفسیاتی مریض بن جاتی ہے۔ چنانچہ امریکہ میں ذہنی امراض کے اسپتال مریضوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ غرض وہاں نہ عورتوں کو سکون حاصل ہے، نہ بچوں کو، نہ بوڑھوں کو، پھر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ پاکستانی خواتین اور مرد حضرات اس معاشرے کو آئیڈیل کیوں سمجھتے ہیں اور وہی اطوار کیوں اختیار کر رہی ہیں جنہوں نے امریکی اور یورپی سماج کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔ (بحوالہ: قومی گزٹ)

●●